ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
48
www.tanzeem.org
14تا20 محرم الحرام 1432ھ/21تا27 دسمبر 2010ء

اسلام — ایک خاص طرزِ فکر

اسلام ایک خاص طریقِ فکر (Attitude of Mind) اور پوری زندگی کے متعلق ایک خاص نقطۂ نظر (Outlook on life) ہے اور پھر وہ ایک خاص طرزِ عمل ہے جس کا راستہ اسی طریقِ فکر اور اسی نظریۂ زندگی سے متعین ہوتا ہے۔ اس طریقِ فکر اور طرزِ عمل سے جو ہیئت حاصل ہوتی ہے وہی مذہب اسلام ہے، وہی تہذیب اسلامی ہے، اور وہی تمدن اسلامی ہے۔ یہاں مذہب اور تہذیب و تمدن الگ الگ چیزیں نہیں ہیں بلکہ سب مل کر ایک مجموعہ بناتے ہیں۔ وہی ایک طریقِ فکر اور نظریۂ حیات ہے جو زندگی کے ہر مسئلہ کا تصفیہ کرتا ہے۔ انسان پر خدا کے کیا حقوق ہیں۔ خود اس کے اپنے نفس کے کیا حقوق ہیں۔ ماں باپ کے، بیوی بچوں کے، عزیزوں اور قرابت داروں کے، پڑوسیوں اور معاملہ داروں کے، ہم مذہبوں اور غیر مذہب والوں کے، دشمنوں اور دوستوں کے، ساری نوعِ انسانی کے، حتیٰ کہ کائنات کی ہر چیز اور قوت کے کیا حقوق ہیں؟ وہ ان تمام حقوق کے درمیان کامل توازن اور عدل قائم کرتا ہے .... غرض وہ ایک ہی نقطۂ نظر ہے جو مسجد سے لے کر بازار اور میدانِ کارزار تک، طریقِ عبادت سے لے کر ریڈیو اور ہوائی جہاز کے طریقِ استعمال تک، غسل و وضو اور طہارت و استنجاء کے جزوی مسائل سے لے کر اجتماعیت، معاشیات، سیاسیات اور بین الاقوامی تعلقات کے بڑے سے بڑے مسائل تک، مکتب کی ابتدائی تعلیم سے لے کر آثارِ فطرت کے انتہائی مشاہدات اور قوانین طبعی کی بلند ترین تحقیقات تک، زندگی کی تمام مساعی اور فکر و عمل کے تمام شعبوں کو ایک ایسی وحدت بناتا ہے جس کے اجزاء میں ایک مقصدی ترتیب اور ایک ارادی ربط پایا جاتا ہے، اور ان سب کو ایک مشین کے پرزوں کی طرح اس طرح جوڑتا ہے کہ ان کی حرکت اور تعامل سے ایک ہی نتیجہ برآمد ہوتا ہو۔

تحریک آزادیٔ ہند اور مسلمان
سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اس شمارے میں

خس کم جہاں پاک
تصادم کا آغاز انقلابی کرتے ہیں
وکی لیکس کے انکشافات، خرابی کا اصل سبب؟
جمہوریت، اسلام اور پاکستان
ناموسِ رسالت کا مسئلہ
حضرت علی المرتضیٰؓ کے صبر کے بارے میں اقوال
ساتھیو! اپنا محاسبہ کیجیے!
گوشۂ اقبال
تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (445)

سورۃ التوبہ

(آیات: 64 تا 67)

ڈاکٹر اسرار احمد

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝٦٤ وَلَئِنْ
سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٦٥ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ
اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝٦٦ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ
يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝٦٧

’’منافق ڈرتے رہتے ہیں کہ ان (کے پیغمبرؐ) پر کہیں کوئی ایسی سورت (نہ) اتر آئے کہ ان کے دل کی باتوں کو ان (مسلمانوں) پر ظاہر کردے۔ کہہ دو کہ ہنسی کیے جاؤ، جس بات سے تم ڈرتے ہو اللہ اس کو ضرور ظاہر کردے گا۔ اور اگر تم ان سے (اس بارے میں) دریافت کرو تو کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔ کہو، کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسولؐ سے ہنسی کرتے تھے؟ بہانے مت بناؤ، تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔ اگر ہم تم میں سے ایک جماعت کو معاف کردیں تو دوسری جماعت کو سزا بھی دیں گے۔ کیونکہ وہ گناہ کرتے رہے ہیں۔ منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ہم جنس (یعنی ایک ہی طرح کے) ہیں کہ برے کام کرنے کو کہتے اور نیک کاموں سے منع کرتے اور (خرچ کرنے سے) ہاتھ بند کیے رہتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا۔ بیشک منافق نافرمان ہیں۔‘‘

مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے کہ یہ منافق اس بات سے ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں نبی کریم ﷺ پر کوئی ایسی سورت نہ نازل ہو جائے جو ہمارے دلوں کی حالت بتا دے، ہمارا بھید کھول دے اور اس طرح ہماری شامت آ جائے۔ اے نبی، کہہ دیجیے کہ ابھی تم استہزا کرتے رہو مگر بہرحال ایک وقت آئے گا کہ جس چیز سے تم ڈر رہے ہو اللہ اسے ظاہر کردے گا۔ جب منافقین حضور ﷺ کے خلاف باتیں کرتے یا کسی مومن صادق پر کوئی تہمت لگا رہے ہوتے اور کوئی آپؐ کو اس کی خبر دے دیتا کہ فلاں شخص یہ کہہ رہا تھا، عبداللہ بن ابی یہ بات کر رہا تھا تو پھر حضور ﷺ اگر اس کو بلائیں اور باز پرس کریں تو وہ یہی کہتے کہ ہم تو ایسے ہی گپ بازی میں لگے ہوئے تھے، ہم دل لگی کر رہے تھے، اس شخص نے اسے خواہ مخواہ سنجیدگی سے لے لیا۔ اے نبیؐ، آپؐ کہہ دیجیے، کیا تم اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ استہزا اور تمسخر کر رہے تھے۔ گویا تمہاری دل لگی کا نشانہ اللہ، اس کی آیات اور اس کا رسول ہیں۔ بازی بازی بار یش بابا ہم بازی۔ حقیقت یہ ہے کہ تم اپنے ایمان کے بعد کفر چکے ہو۔ اگر ہم تمہاری ایک جماعت سے درگزر کریں گے تو کسی دوسری جماعت کو عذاب بھی دیں گے۔ اب وہ وقت آ رہا ہے کہ انہیں سزائیں بھی ملیں گی، اس لیے کہ وہ مجرم تھے۔

منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے ہی سے ہیں۔ ان کا آپس میں گٹھ جوڑ ہے۔ یہ بدی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے روکتے ہیں۔ اگر کوئی خرچ کرنے کے موقع پر خرچ کرے تو اُسے روکتے ہیں کہ خرچ مت کرو، پیسے سنبھال کر رکھو، اپنے مستقبل کی فکر کرو۔ اُن کا حال یہ ہے کہ اپنے ہاتھوں کی مٹھیوں کو بند رکھتے ہیں اور خرچ نہیں کرتے۔ درحقیقت وہ اللہ کو بھلا چکے ہیں۔ جس کی سزا یہ ہے کہ اللہ نے بھی انہیں نظر انداز کر دیا ہے۔ یقیناً یہ منافق سرکش نافرمان ہیں۔

فرمان نبویؐ

قرآن مجید کی سماعت اور تلاوت کا ثواب

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((مَنِ اسْتَمَعَ اِلٰی اٰیَةٍ مِّنْ کِتَابِ اللّٰهِ کُتِبَتْ لَهٗ حَسَنَةٌ مُّضَاعَفَةٌ وَمَنْ تَلَاهَا کَانَتْ لَهٗ نُوْرٌ یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ)) (رواہ احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص کلام اللہ کی ایک آیت سنے، اس کے لیے دو چند نیکی لکھی جاتی ہے اور جو اُس کی تلاوت کرے اس کے لیے قیامت کے دن نور ہو گا۔‘‘

تشریح: محدثین نے سند کے اعتبار سے اگرچہ اس حدیث میں کلام کیا ہے مگر مضمون بہت سی روایات سے مؤید ہے کہ کلام پاک کا سننا بھی بہت اجر رکھتا ہے حتیٰ کہ بعض لوگوں نے اس کو پڑھنے سے بھی افضل بتلایا ہے۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے۔ ارشاد فرمایا کہ مجھے قرآن شریف سنا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ پر تو خود نازل ہی ہوا، حضورؐ کو کیا سناؤں۔ ارشاد ہوا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ سنوں۔ اس کے بعد انہوں نے سنایا تو حضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ایک مرتبہ ایک صحابیؓ کلام مجید پڑھ رہے تھے کہ حضور اکرم ﷺ دیر تک کھڑے ہوئے سنتے رہے۔ اسی طرح حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا قرآن شریف سنا تو آپؐ نے تعریف فرمائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

خس کم جہاں پاک

جشن منانے اور شادیانے بجانے میں اور محض اظہارِ تشکر میں فرق ہے اور بڑا واضح فرق ہے۔ خوشی کے اظہار کے پہلے دو انداز میں لعب ولہو کی بُو ہے جبکہ سنجیدگی سے اظہارِ تشکر میں مدبرانہ اور عاجزانہ روش نظر آتی ہے۔ دشمن راستے سے ہٹ جائے تو انسان کی طبیعت پر مثبت اثرات کا مرتب ہونا فطری بات ہے۔ دنیا آج مصنوعی پن اور منافقت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ڈوبی ہوئی ہے۔ لہٰذا ملک وملت اور اپنے دین کا دشمن بھی اِس دنیا سے رخصت ہو جائے تو تعزیت ناموں اور اظہارِ افسوس کا طویل سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ایسا اُس وقت بھی ہوتا ہے جب کوئی کسی کو قتل کرنے کے زیرِ زمین منصوبوں پر عمل کرنے کی کوششوں میں مصروف ہو یا کھلی جنگ کر رہا ہو۔ لیکن وہ شخص طبعی موت مر جائے تو تعریفوں کے پل باندھ کر شاندار خراجِ عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ ہم نے یہ تمہید رچرڈ ہالبروک کی موت پر تبصرہ کرنے کے لیے باندھی ہے۔ اگرچہ ہمارے سامنے پنجابی کی ضرب المثل موجود ہے! ''دشمن مرے تے خوشی کریے۔ سجناں وی مرجاناں اے''۔ لیکن جس طرح اگر آپ میدانِ جنگ میں دشمن سے مصروفِ جنگ ہوں اور آپ اُسے مار گرانے میں کامیاب ہو جائیں تو کیا یہ ممکن ہے کہ آپ اپنی کامیابی پر شاداں و فرحاں نہ ہوں اور کیا یہ ممکن ہے آپ اپنی کامیابی پر اظہارِ تشکر نہ کریں۔ اصل بات اظہارِ تشکر کے انداز کی ہے۔ یہ مجاہدانہ اور مدبرانہ ہونا چاہیے۔ لغویات سے بچ کر شائستگی کا مظاہرہ ہونا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ عالم کفر اِس وقت امت واحدہ کی صورت میں اُمت مسلمہ پر بُری طرح حملہ آور ہے اور امریکہ عالم کفر کا سرغنہ ہے۔ گویا اسلام کا اولین اور بدترین دشمن امریکہ ہے۔ یہ حقیقت تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ رچرڈ ہالبروک امریکی ڈپلومیسی کا ایک انتہائی مضبوط اور اہم ستون تھا۔ وہ اپنے ملک وقوم اور مسلم دشمنی میں بڑا مخلص اور انتھک محنتی انسان تھا۔ وہ ایک ذہین اور عیار ڈپلومیٹ تھا۔ اُس کے مرتے وقت آخری الفاظ تھے:We have got to stop war in Afghanistan۔ یہ گویا آنجہانی نے اپنی قوم کے بہترین مفاد میں اُسے اپنے آخری مشورہ سے نوازا۔ افغانستان کی آزادی کی جنگ اس وقت جس فیصلہ کن موڑ پر آن پہنچی ہے، اِس مرحلہ پر دشمن کے اِس انتہائی ذہین سپاہی کی موت یقیناً تائید غیبی ہے۔ اللہ نے اُس شخص کو اُٹھالیا جو ہمارے نااہل اور نالائق حکمرانوں کو پے در پے ذہنی پٹخیاں دے رہا تھا۔

رچرڈ ہالبروک اپریل 1941ء میں جرمن نژاد یہودی امیگرنٹ کے ہاں پیدا ہوا۔ کم عمری میں ہی ڈپلومیسی کے ہنر میں عبور حاصل کر لیا اور جونیئر سطح پر ویت نام میں امریکی نکتہ نظر سے اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا، لیکن اس کی وجۂ شہرت 1995ء کا ڈائٹن معاہدہ تھا، جو اُس نے بکھرنے اور منتشر ہونے والے یوگوسلاویہ میں سربیا میں قیام امن کے لیے کیا۔ اس معاہدے سے اِسے یورپ اور امریکہ میں بڑی شہرت حاصل ہوئی اور اِس امن معاہدے کو ہالبروک کا سنہری کارنامہ قرار دیا گیا۔ لیکن حقائق یہ ہیں کہ سربین وحشیوں نے جب علاقے کے مسلمانوں کی نسل کشی کا سلسلہ شروع کیا تو امریکہ شروع میں منافقانہ انداز میں امن کے لیے وعظ ونصیحت کرتا رہا لیکن جب یہ دیکھا کہ سربیا میں مسلمانوں کو اتنی بُری طرح کچلا جا چکا ہے کہ یورپ میں ایک مسلمان ریاست کا قیام اب ممکن نہیں رہا تو ہالبروک نے یہ معاہدہ کروایا۔ لہٰذا ہالبروک کا اصل کارنامہ یہ تھا کہ اُس نے یورپ میں ایک مسلمان ریاست کے قیام کا راستہ روکا۔ ہالبروک کو ''بلڈوزر'' بھی کہا جاتا تھا۔ وہ اپنے فریق کے بارے جب یہ اندازہ کر لیتا تھا کہ وہ دلائل اور سفارتی اندازِ گفتگو سے قائل نہیں ہو رہا اور امریکی مفاد کے راستے میں رکاوٹ بنا ہوا ہے تو وہ دھونس اور امریکی طاقت اور قوت کو زوردار انداز میں بیان کر کے اپنے بڑے سے ناک کو فریقِ مخالف کے قریب لے جا کر انتہائی جارحانہ رویہ بھی اختیار کر لیتا اور ایسا محسوس ہوتا کہ وہ سفارتی سطح کے مذاکرات کو ابھی میدانِ جنگ میں بدل دے گا۔ افغان صدر کرزئی سے اُن کی ایک ملاقات انتہائی کشیدگی کو پہنچ گئی تھی۔ بہرحال اللہ نے مسلمانوں کے ایک انتہائی عیار اور مکار دشمن کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا ہے۔ اس پر ہم اللہ کا جس قدر شکر ادا کریں کم ہے۔ خس کم جہاں پاک۔

تا خلافت کی بِنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

جلد 19

شمارہ 48

14 تا 20 محرم الحرام 1432ھ

21 تا 27 دسمبر 2010ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

ایوب بیگ مرزا

محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، **طابع**: رشید احمد چودھری

مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000

فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241

E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700

فون: 35869501-03 فیکس: 35834000

publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک...... 450 روپے

بیرون پاکستان

انڈیا---------------------(2000 روپے)

یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر

''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں

چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اگرچہ یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ مغربی جمہوریت جو انسانیت سے زیادہ شیطنت کے قریب ہے لیکن Give the Devil his due کے مصداق ہم اُسے یہ کریڈٹ دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اُس نے افراد کی بجائے ادارے مضبوط کیے جس سے حکومتیں اور ریاستیں خلا کا شکار نہیں ہوتیں بلکہ ادارے کم وبیش صلاحیتوں کے حامل افراد پیدا کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا اظہارِ تشکر کی ضرورت تو ہے مگر غافل نہیں ہوا جا سکتا۔ امریکہ پر عالمی برتری بلکہ عالمی شہنشائیت کا بھوت سوار ہے۔ امریکہ کے کاندھوں پر عیار یہود سوار ہے اور اُس کے دونوں ہاتھوں میں گنیں ہیں جن کا رُخ اُس نے امریکہ کے دماغ اور پیٹ کی طرف کیا ہوا ہے۔ میڈیا امریکہ کا دماغ ہے اور معاشیات اُس کا پیٹ ہے۔ دونوں پر یہودیوں کا قبضہ ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ پاکستان کے حکمران اگر امریکہ کے فل ٹائم غلام ہیں تو امریکی یہودیوں کے پارٹ ٹائم غلام ہیں اور ہر گزرتے دن کے ساتھ اِس غلامی میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ افغان جنگ کی وجہ سے امریکی معیشت ڈوبتی جا رہی ہے۔ امریکی دانشور جتنا ممکن ہے اس پر چیخ چلا رہے ہیں۔ صدر اوبامہ کا اندازِ کلام اور باڈی لینگویج صاف ظاہر کر رہی ہے کہ وہ اس دلدل سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ ایسا کر نہیں پا رہے۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ اس جنگ سے فی الحال یہودی اپنا اصل ٹارگٹ حاصل نہیں کر سکے۔

یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ افغان جنگ سے امریکہ اور اسرائیل دونوں کے مفاد وابستہ تھے۔ امریکہ کا مفاد یہ تھا کہ وہ افغانستان پر قبضہ کر کے سارے جنوبی ایشیا کو مانیٹر کر سکے گا اور چین کو بڑھنے سے روک سکے گا۔ اُس کے پیشِ نظر یہ بات بھی تھی کہ مشرقِ وسطیٰ کے تیل کے ذخائر اگلی دو دہائیوں میں ختم ہونے کو ہیں، لہٰذا وسط ایشیا کے تیل کے ذخائر پر قبضہ کرنے کے لیے افغانستان کو ایک پوسٹ بنایا جائے۔ امریکہ اور اسرائیل کا مشترکہ مفاد یہ بھی تھا کہ اسلام کا جو ننھا منا پودا افغانستان کی زرخیز زمین میں بڑی تیزی سے پھل پھول رہا ہے، اِس کو فوری طور پر مسل دیا جائے۔ مبادا اسلام کا معاشی نظام یہودیوں کے سرمایہ پرستانہ نظام پر ضرب لگا سکتا ہے۔ لہٰذا انہوں نے Nip the evil in the bud کے فارمولا کے تحت افغانستان کو تہس نہس کر دیا۔ اس حوالہ سے وہ کسی قدر کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ افغانستان میں دہشت پھیلا کر انہوں نے دوسرے اسلامی ممالک کو خوفزدہ کر دیا ہے۔ اہم ترین ہدف یہ تھا کہ پاکستان کو ایٹمی اسلحہ سے محروم کر دیا جائے۔ اسرائیل بھارت کے ساتھ مل کر اس کام کو سرانجام دینے کے لیے کئی کوششیں کر چکا تھا جو سب کی سب ناکام رہیں۔ ظاہر ہے، اگر امریکہ اور اسرائیل پاکستان کی بغل میں آ موجود ہوں گے تو یہ کام آسان ہو جائے گا۔ اسرائیلی یہودی یہ چاہتے ہیں کہ افغانستان میں جنگ کا جو نتیجہ بھی نکلے یہ مقصد حاصل کرنا لازم ہے کہ پاکستان کو ایٹمی اسلحہ سے محروم کر دیا جائے، تاکہ اُس کا نظریاتی دشمن اُس تباہ کن ہتھیار سے محروم ہو جائے جس کی پہنچ اسرائیل تک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں ایک انتہائی کمزور اور فرمانبردار سول حکومت لائی گئی۔ پاکستان میں دہشت گردی اور تخریب کاری کروائی جا رہی ہے۔ سیاسی عدم استحکام پیدا کیا جا رہا ہے۔ RGST کے ذریعے اشیاء کی قیمتوں کو عام آدمی کی پہنچ سے باہر لے جایا جا رہا ہے، تاکہ یہاں انارکی پھیلے اور بدامنی اس درجہ ہو جائے کہ بیرونی قوتوں کو ایٹمی اسلحہ اُچکنے کا موقع میسر آ جائے۔

یہ سرگرمیاں بڑے منظم انداز میں جاری تھیں اور ہالبروک ایک طرف انہیں مانیٹر کر رہے تھے اور دوسری طرف پاکستانی، سیاسی اور عسکری قیادت سے کبھی میٹھی میٹھی باتیں کرتے تھے اور کبھی بلڈوزر بن جاتے تھے۔ امریکہ اپنی افغان پالیسی کو حتمی شکل دے رہا تھا۔ رچرڈ ہالبروک اِس میں کلیدی رول ادا کرنے والا تھا، کیونکہ وہ اپنے منصب کی وجہ سے اور بار بار پاکستان اور افغانستان کے دورے کرنے کی وجہ سے حالات سے مکمل آگاہی رکھتا تھا۔ لیکن موصوف کا اچانک انتقال ہو گیا۔ زندہ رہتا تو خدا جانے کیا گُل کھلاتا۔ مرتے وقت سچی بات زبان سے نکل گئی ''ہمیں افغانستان میں جنگ روکنا ہو گی۔'' امریکی انتظامیہ اگر اپنے ملک وقوم سے مخلص ہے تو تعصب اور مسلمانوں سے شدید نفرت کو ایک طرف رکھ کر عقل کی بنیاد پر فیصلہ کرے یعنی مرتے ہوئے اپنے ڈپلومیٹ کا پُرخلوص مشورہ مان لے اور افغانستان سے اپنا دامن چھڑا لے۔ وگرنہ آج فرد کی موت کی واقع ہوئی ہے کل کلاں ریاست سے بھی اُسی نوع کا حادثہ پیش آ سکتا ہے جس سے سوویت یونین شکست وریخت سے دوچار ہوا تھا۔

بیابہ مجلس اسرار

تصادم کا آغاز انقلاب کے علمبردار کرتے ہیں

یہ حقیقت ہے کہ کوئی انقلابی تنظیم یا انقلابی جماعت جب کسی معاشرے میں اپنی دعوت کا آغاز کرتی ہے تو محض یہ دعوت کا آغاز ہی اس کی طرف سے تصادم کا آغاز ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انقلاب اسی کا نام ہے کہ کوئی کھڑا ہو کر کہے کہ یہ نظام جو چل رہا ہے، سراسر غلط نظام ہے۔ جب رائج الوقت نظام کو غلط کہہ دیا جائے اور اس عزم کا اظہار کر دیا جائے کہ اس کو بدلنا ہوگا تو تصادم کا آغاز تو کر دیا گیا۔ اس لیے کہ جو مراعات یافتہ طبقات ہیں، جن کے Vested Interests اس باطل نظام سے وابستہ ہیں، ان کی عافیت تو اسی میں ہے کہ رائج الوقت نظام قائم رہے، status quo برقرار رہے، دبے ہوئے طبقات جن بندھنوں میں بندھے ہوئے ہیں انہی میں بندھے رہیں، جس طرح کی جکڑ بندیوں میں جکڑے ہوئے ہیں انہی میں جکڑے رہیں۔ ظالم اور استحصالی طبقات ہرگز نہیں چاہیں گے کہ وہ جن ناجائز حقوق کے مالک ہیں وہ ان سے چھن جائیں۔ وہ تو یہی چاہتے ہیں کہ نظام جیسا بھی ہے ویسا ہی رہے۔ جبکہ آپ کہتے ہیں کہ یہ نظام غلط ہے، اس کو ہم تبدیل کر کے رہیں گے یا اس جدوجہد میں ختم ہو جائیں گے۔ پس تصادم کا آغاز تو آپ نے کیا۔ جو بھی ہو، چاہے وہ فردِ واحد ہو، یا کوئی گروہ یا کوئی جماعت ہو۔ اگر آپ اس نظام کو غلط کہہ کر اس کی تردید کر رہے ہیں، اسے ظالمانہ اور استحصالی کہہ رہے ہیں، اس کو ختم کرنے داعیہ لے کر سامنے ہیں تو گویا آپ نے رائج الوقت نظام کو چیلنج کیا ہے۔ یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ تصادم کا آغاز ہمیشہ انقلابی دعوت دینے والوں کی طرف سے ہوتا ہے، چاہے وہ کوئی فرد ہو، گروہ ہو، یا جماعت ہو۔ اگرچہ وہ جماعت ہاتھ نہیں اُٹھاتی، وہ کسی کو گالیاں نہیں دیتی، کسی کو کسی نوع کی جسمانی تکلیف نہیں پہنچاتی، لیکن وہ یہ دعوت لے کر اُٹھتی ہے کہ پورا نظام غلط اور فاسد ہے اور اس داعیہ کا اظہار کرتی ہے کہ یا تو اس نظام کو بیخ وبُن سے اکھاڑ کر اپنے نظریہ کی بنیاد پر بالکل نیا نظام قائم کر کے رہیں گے یا اسی کوشش اور جدوجہد میں ہم اپنی جانیں دے دیں گے۔ یہی تصادم کا آغاز ہے۔

ہمارے حکمرانوں سے متعلق وکی لیکس کے انکشافات اور

خرابی کا اصل سبب؟

سورۃ الانفال کی آیات 29 تا 32 کی روشنی میں ایمان افروز خطاب

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں

امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** صاحب کے 3 دسمبر 2010ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

حضرات! پچھلے جمعہ کو تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع تھا، چنانچہ آپ سے گفتگو کا موقع نہ مل سکا۔ اب ایک جمعہ کے ناغہ کے بعد ایک مرتبہ پھر آپ سے مخاطب ہوں۔ مجھے آج جس موضوع پر گفتگو کرنی ہے، وہ ہے ''پاکستانی حکمران طبقے کے حوالے سے وکی لیکس کے انکشافات اور تمام تر خرابی کی جڑ بنیاد''۔ وکی لیکس کے انکشافات سے جو بنیادی بات سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے حکمران خواہ وہ ڈنڈے کے زور پر برسرِ اقتدار آئے ہوں، خواہ جمہوری راستے سے ایوان اقتدار تک پہنچے ہیں، سب کے سب امریکہ کے غلام، اقتدار کے پجاری اور مفادات کے اسیر ہیں۔ اگرچہ ہمارے لیے یہ بات ہرگز نئی نہیں کہ اِسے انکشاف قرار دیا جائے۔ ہم اپنے حکمرانوں کے حوالے سے یہی رائے رکھتے تھے جو سامنے آرہی ہے۔ تاہم اِن ''انکشافات'' میں یہ پہلو ضرور حیرانی کا باعث ہے کہ یہ باتیں کیسے اور کیوں منظرعام پر آگئیں۔ وکی لیکس نے ہمارے حکمرانوں کے بارے میں جو کچھ کہا ہے، اِسے ہمارے ایک ساتھی علی رضا نے مرتب کیا، جسے ندائے خلافت میں شائع کیا گیا ہے۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو اِن انکشافات میں سے اکثر و بیشتر وہ ہیں جن کی تصدیق قرائن سے ہوجاتی ہے۔ اِن انکشافات سے یہ بات بالکل کھل کر سامنے آگئی ہے کہ ہمارے سیاستدان اور مقتدر طبقہ بکاؤ مال ہے۔ یہ سب مفادات کے اسیر ہیں۔ قومے فروختند چہ ارزاں فروختند۔ کشمیر کے مہاراجہ گلاب سنگھ نے خطۂ کشمیر فروخت کیا تھا، یہ پورا پاکستان فروخت کرنے والے ہیں۔ یہ ہمارا بہت بڑا المیہ ہے۔ اس میں سب سے زیادہ پریشان کن بات یہ ہے کہ ہمارے حکمرانوں کے سیاہ کارناموں سے ساری دنیا میں اسلام کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ دنیا کہہ رہی ہے دیکھو، یہ ہیں اسلام کے علمبردار، یہ ہے وہ ملک جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اور یہ ہیں اس کے حکمرانوں کے سیاہ کرتوت! بہرکیف حکمرانوں کے اِس گھناؤنے کردار کو دینی، قومی اور انسانی جس پہلو سے بھی دیکھا جائے یہی کہا جائے گا کہ یہ انتہائی قابل مذمت اور حد درجہ شرمناک ہے۔

میں نے آپ کے سامنے سورۃ الانفال کی چند آیات (29 تا 32) تلاوت کی ہیں۔ یہ سورت جو غزوۂ بدر کے بعد نازل ہوئی، غزوۂ بدر کے گرد گھومتی ہے۔ اِس کے آغاز میں اِس غزوہ کے احوال و واقعات کا تذکرہ ہے۔ پھر اِس پر اللہ کا تبصرہ اور آئندہ کے لیے مسلمانوں کو دی گئی ہدایات ہیں۔ آج انہی آیات کے حوالے سے تذکیر مقصود ہے۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو عظیم الشان فتح نصیب ہوئی مگر انہیں یہ نہیں کہا گیا کہ اب اس فتح پر جشن مناؤ اور خوشی کے شادیانے بجاؤ بلکہ اس کی بجائے تقویٰ کی تاکید کی گئی ہے۔ اِس لیے کہ مسلمانوں کی کامیابی کی اساس عددی قوت اور برتری نہیں ہوتی، اللہ کا تقویٰ، اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہوا کرتی ہے۔ انہیں کہا گیا کہ تقویٰ اور خشیت الٰہی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔ تقویٰ ہوگا تو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تمام مسائل اور مصائب سے نکلنے کا راستہ نکال دے گا۔ اِسی سے تم صحیح طرزِ عمل اپنا کر اپنی زندگی اللہ کے دیئے گئے دستور کے مطابق گزار سکو گے۔ اگر دل تقویٰ سے خالی ہوئے تو پھر تمہارے اعمال صالح نہ ہوں گے۔ آیئے، تلاوت کردہ آیات کا مطالعہ کریں۔ فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۲۹﴾ (الانفال)

''مومنو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہارے لئے امر فارق پیدا کردے گا اور تمہارے گناہ مٹا دے گا اور تمہیں بخش دے گا۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔''

غور کیجیے، اہل ایمان سے کہا جا رہا ہے کہ اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تمہارے لیے ''فرقان'' پیدا کردے گا۔ اس سے پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ محض مسلمان گھرانے میں پیدا ہوجانے سے کوئی شخص متقی نہیں ہوجاتا۔ تقویٰ کی پونجی کے لیے آدمی کو خود محنت کرنی پڑے گی۔ تقویٰ ایمان حقیقی کا لازمی تقاضا ہے۔ اگر اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان ہو، مگر پھر بھی دنیا مقدم ہو، دنیاوی مفادات اور لذات ہی ترجیح بنی رہیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ دل تقویٰ سے خالی ہے۔ تقویٰ دنیا میں سربلندی اور اُخروی نجات کے لیے بے حد ضروری ہے۔ افسوس کہ آج ہم مسلمان تقویٰ کے معنی و مفہوم سے بھی ناآشنا ہیں۔ جاننا چاہیے کہ تقویٰ اِس احساس کا نام ہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، اور میں جو کچھ کر رہا ہوں ایک نہ ایک دن مجھے اللہ کے دربار میں حاضر ہوکر اپنے ہر ہر عمل کا حساب دینا ہے۔ جب دل میں یہ احساس ہوگا تو آدمی ہر کام سے پہلے دس بار سوچے گا کہ کہیں میرے عمل سے اللہ ناراض نہ ہوجائے۔ وہ حرام امور، گناہوں اور اللہ کی نافرمانی سے بچنے کی شعوری کوشش کرے گا۔ اللہ نے فرمایا کہ اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو میں تمہارے لیے فرقان پیدا کردوں گا۔ فرقان سے کیا مراد ہے؟ فرقان حق و باطل میں فرق و امتیاز کو کہتے ہیں، یعنی اِس بات کا واضح ہوجانا کہ حق کیا ہے اور کیا باطل ہے۔ تفسیرِ عثمانی میں ''فرقان'' کے دو مفہوم بیان کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ ''اگر تم خدا سے ڈر کر راہ تقویٰ اختیار کرو گے تو خدا تم میں اور تمہارے مخالفوں میں فیصلہ کردے گا۔ دنیا

میں تم کو عزت دے گا اور اُن کو ذلیل یا ہلاک کرے گا جیسے بدر میں کیا اور آخرت میں بھی تم نعیم دائم میں رہو گے، اور اُن کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ وَامۡتَازُوا الۡیَوۡمَ اَیُّھَا الۡمُجۡرِمُوۡنَ (یٰسٓ: رکوع 4) ھٰذَا یَوۡمُ الۡفَصۡلِ (المرسلات: رکوع 1) دوسری بات (مفہوم) یہ ہے کہ تقویٰ کی برکت سے حق تعالیٰ تمہارے دل میں ایک نور ڈال دے گا جس سے تم ذوقاً و وجداناً حق و باطل اور نیک و بد کا فیصلہ کر سکو گے۔''

نیک و بد میں تمیز بہت ضروری ہے۔ یہ ہوگی تو پھر ہی آدمی نیکی کو اختیار اور بدی سے اجتناب کر سکے گا۔ اگر یہ تمیز ہی نہ ہوگی تو پھر وہی حال ہوگا جو آج ہمارے لیڈروں کا ہے۔ ہمارے حکمرانوں نے امریکہ کی تابعداری میں ہر جائز و ناجائز فیصلہ کیا۔ اُس کی رضا جوئی کے لیے اپنی ہر چیز قربان کر ڈالی۔ اپنے اساسی نظریے کے خلاف اقدامات کیے۔ اپنی روایات کی قربانی دی۔ افغان جنگ میں اُسے لاجسٹک سپورٹ فراہم کر کے قومی مفاد اور غیرت پر چھری چلائی۔ آئین و قانون سے اسلامی شقوں کے خاتمے اور نصاب تعلیم سے جہادی آیات کو کھرچنے کی سعی کی۔ اپنے ہی لوگوں کے خلاف فوجی آپریشن کیے۔ اس وقت بھی ہم امریکہ کے دباؤ کے آگے جھکتے نظر آتے ہیں۔ امریکہ کا مطالبہ ہے کہ شمالی وزیرستان میں فوجی آپریشن کرو، اپنے لوگوں کو مارو، اُن کے مکانات مسمار کرو، بے گناہوں کو پکڑ پکڑ کر اُن کے ساتھ وہ ظالمانہ سلوک کرو جو ہم نے گوانتانا موبے میں بھی قیدیوں سے نہ کیا ہو اور ہم یہ سب کچھ کرنے کو تیار ہیں۔ ہم نے پہلے بھی ایسا کیا ہے۔ سوات اور دوسرے علاقوں میں فوجی آپریشنوں کے دوران بے گناہ مسلمان بھائیوں پر بے انتہا مظالم ڈھائے گئے۔ ہمیں ڈرنا چاہیے کہ ہم اُن کی پاداش میں کہیں اللہ کے بڑے عذاب کی لپیٹ میں نہ آ جائیں۔ ہم نے امریکہ کا ساتھ دیا اور اُس کے لیے سب کچھ اس منطق کے تحت کیا کہ اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس طرزِ فکر کا صاف مطلب یہ ہوا کہ ہمارا ایمان اللہ تعالیٰ پر نہیں، امریکہ پر ہے۔ ہم زبان سے تو ''اللہ اکبر'' کہتے ہیں مگر عملاً ''امریکہ اکبر'' کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ یہ سب تقویٰ نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ تقویٰ ہوگا تو ہم حق و باطل میں تمیز کر سکیں گے۔ ہمارے اندر وہ sense پیدا ہوگی کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں آیا یہ ہمارے مفاد میں ہے یا نہیں؟ یہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہے یا خلاف؟ اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے حوالے سے ہم نے جو پالیسی اپنا رکھی ہے وہ صحیح ہے یا غلط؟ تقویٰ نہیں ہوگا تو شیطان کے راستے پر چلیں گے، آنکھیں بند کر کے اسلام دشمنوں کی ڈکٹیشن پر عمل کریں گے۔ اُن کی خوشنودی کے لیے اپنے ہی قدموں پر کلہاڑی چلائیں گے۔ اپنے ملک کو خودکشی کی صورتحال سے دوچار کر دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمت سے محروم کر کے دنیاوی طاقتوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دے گا — اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تقویٰ کے راستے پر چلو گے تو میں تمہاری چھوٹی موٹی خطائیں معاف کر دوں گا۔ اللہ بڑے فضل والا ہے۔ وہ تمہیں خیر و شر کی تمیز عطا کرے گا۔ تمہاری خطاؤں سے درگزر کرے گا، تمہاری مدد کرے گا، کہ وہی قوت کا مالک ہے۔ لیکن اس کے لیے تمہیں اُس کی وفاداری اور تقویٰ کے راستے پر آنا ہوگا۔

اگلی آیت ہے:

﴿وَاِذۡ یَمۡکُرُ بِکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِیُثۡبِتُوۡکَ اَوۡ یَقۡتُلُوۡکَ اَوۡ یُخۡرِجُوۡکَ ؕ وَیَمۡکُرُوۡنَ وَیَمۡکُرُ اللّٰہُ ؕ وَاللّٰہُ خَیۡرُ الۡمٰکِرِیۡنَ ﴿۳۰﴾﴾ (الانفال:30)

''اور (اے محمد ﷺ! اس وقت کو یاد کرو) جب کافر لوگ تمہارے بارے میں چال چل رہے تھے کہ تم کو قید کر دیں یا جان سے مار ڈالیں یا (وطن سے) نکال دیں تو (اِدھر تو) وہ چال چل رہے تھے اور (اُدھر) اللہ چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔''

10 نبوی میں جب نبی کریم ﷺ کے چچا ابو طالب کا انتقال ہو گیا تو قریش کے دارالندوہ میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ (نعوذ باللہ) محمدؐ کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔ اب انہیں قبیلہ بنو ہاشم کا تحفظ حاصل نہیں رہا۔ لہٰذا اب ہمارا کام آسان ہو گیا ہے۔ کفار نے یہ طے کیا کہ اگر محمد (ﷺ) کی دعوتِ توحید سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ کو قتل کر دیا جائے، قید کر دیا جائے یا پھر جلا وطن کر دیا جائے۔ اللہ نے فرمایا کہ کفار اپنی سازشیں کر رہے تھے مگر اللہ جو سب سے بڑا تدبیر کرنے والا ہے، اُس کی اپنی تدبیر تھی۔ اللہ کی تدبیر کے آگے کفار کی سازشیں ہرگز کارگر ہونے والی نہیں تھیں۔ کفار ماضی کے ہوں یا آج کے اُن کی نفسیات یکساں ہے۔ وہ کل بھی نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کے خلاف سازشیں کرتے تھے اور آج بھی آپؐ کی اُمت کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔ پاکستان تو اُن کا خصوصی ہدف ہے۔ وہ بڑی منظم پلاننگ کر رہے ہیں کہ اِس ملک کو کیسے گھیرا جائے۔ یہاں کے دینی عناصر کو کیسے لگام دی جائے۔ یہاں کے حکمرانوں کو کیسے قابو کیا جائے کہ اُن سے زیادہ سے زیادہ مفادات حاصل کر سکیں۔ کفار کی جانب سے یہ ساری پلاننگ ہو رہی ہے لیکن اگر ہم اللہ کے وفادار بن جائیں، اُس کے دین کا علم بلند کر لیں تو ہمیں اللہ کی معیت حاصل ہوگی۔ اللہ کفار کے مقابلے میں ہمارا دفاع کرے گا۔ اُن کی چالوں اور تدبیروں کو ناکام بنا دے گا۔ جب اللہ ساتھ ہو تو کفار کی ساری کی ساری چالیں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ وہ ہمارا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔ اس کی

پریس ریلیز: 14/ دسمبر 2010ء

حج آپریشن میں مالی و انتظامی بدعنوانیوں پر وزیر مذہبی امور و دیگر سرکاری افسران کی برطرفی احسن اقدام ہے

حکومت وفاقی و صوبائی محکموں میں جاری دیگر کرپشن کیسز کے حوالے سے اسی نوعیت کا فوری ایکشن لے

حافظ عاکف سعید

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے وفاقی وزراء کی برطرفی اور جمعیت علماء اسلام کی حکومت سے علیحدگی کے حوالے سے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا ہے کہ حج آپریشن میں مالی و انتظامی بدعنوانیوں پر وزیر مذہبی امور و دیگر سرکاری افسران کی برطرفی احسن اقدام ہے۔ حکومت کو دیگر وفاقی و صوبائی محکموں میں جاری کرپشن کیسز کے حوالے سے اسی نوعیت کے فوری ایکشن لینے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے جمعیت علمائے اسلام کی طرف سے حکومت سے علیحدگی اور وزراء کے استعفوں پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ان کے استعفے پارٹی مفاد کے پیش نظر ہیں۔ کاش ان کی طرف سے یہ اقدام ملک میں نفاذِ اسلام میں تاخیر اور توہین رسالت ایکٹ میں مجوزہ تبدیلیوں کو پیش نظر رکھ کر کیا جاتا۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

نمایاں مثال طالبان افغانستان کی استقامت اور کامیابی ہے۔ نائن الیون کے موقع پر کفار نے خود ساختہ ڈرامہ رچا کر امارت اسلامیہ افغانستان کے خلاف سازش کی۔ یہ بہت بڑی سازش تھی۔ انہوں نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے جڑواں ٹاورز کو خود ہی گرا کر اس کا الزام القاعدہ و طالبان پر عائد کردیا اور پھر اِس کی آڑ میں افغانستان پر چڑھائی کردی۔ مگر کیا ہوا؟ نو سال ہوگئے ہیں۔ اعدائے اسلام طالبان کو گھٹنے ٹیکنے اور ہتھیار پھینکنے پر مجبور نہیں کرسکے۔ اُن کی شاندار مزاحمت اور قربانیاں جاری ہیں۔ دشمنوں کی حالت عملاً یہ ہے کہ ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔ وہ افغانستان سے باعزت انخلاء کے لیے طالبان کی منتیں کررہے ہیں کہ آؤ مذاکرات کریں۔ اِس مقصد کے لیے انہوں نے طالبان کو توڑنے کی بھی بہتیری کوششیں کیں، تاکہ اُن کے توڑے گئے لوگوں سے بات چیت کرسکیں۔ مگر اِس میں بھی انہیں کامیابی نہ ہوسکی۔ ایک شخص کو ملا منصور کے طور پر پیش کیا اور اُس کے ساتھ مذاکرات کا ڈرامہ رچایا، مگر بہت جلد یہ بھانڈا ابھی پھوٹ گیا۔ اب آئندہ کیا ہوگا؟ ساری دنیا کہہ رہی ہے کہ افغانستان میں امریکہ کو عملاً شکست ہوچکی ہے اور طالبان کو فیصلہ کن فتح حاصل ہونے والی ہے۔ یہ کہنا ابھی قبل از وقت ہے کہ اِس میں مزید کتنا وقت لگتا ہے، تاہم یہ بات تو دو اور دو چار کی طرف واضح ہے کہ دنیا بھر کی کفریہ طاقتیں اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ بھی طالبان کو نہ جھکا سکیں۔ اس کی وجہ صرف اور صرف طالبان کا اللہ پر توکل و اعتماد ہے۔ انہوں نے بھروسا مادی اسباب پر نہیں کیا، اللہ کی نصرت پر کیا۔ چنانچہ انہیں عملاً اللہ کی نصرت و تائید حاصل ہوگئی، ورنہ مادی اعتبار سے نہتے طالبان امریکہ جیسی طاقت کا مقابلہ ہرگز نہیں کرسکتے تھے۔ طالبان کے مومنانہ طرز عمل کے برعکس طرزِ عمل ہم نے اپنایا۔ ہم نے اللہ پر توکل کی بجائے، امریکہ کی مادی طاقت سے گھبرا کر امارت اسلامی افغانستان کے خلاف امریکہ کا ساتھ دینے کا احمقانہ ظالمانہ غیر اسلامی فیصلہ کیا جس کے نتائج آج بھگت رہے ہیں۔ قتل و غارت گری، بدامنی و انتشار، دہشت گردی اور لاقانونیت، خوف و دہشت اور کرپشن نے ہمیں اپنے شکنجے میں جکڑ لیا ہے۔ امریکی غلامی کا طوق ہمارے گلے میں پڑ چکا ہے۔ ہماری سرحدی خلاف ورزیاں روز کا معمول ہیں۔ آئے روز ڈرون حملے سینکڑوں بے گناہ قبائلی مسلمانوں کی جانیں لے چکے ہیں۔ وکی لیکس نے کوئی نئی بات نہیں کہی بلکہ امریکی غلامی کی داستان بیان کی ہے جس کا قلادہ ہمارے حکمران اپنے گلے میں ڈال کر ملک و قوم کو فروخت کرتے رہے ہیں۔

اگلی آیت میں کفار کی قرآن حکیم کے بارے میں ہرزہ سرائی کا تذکرہ ہے۔ فرمایا:

﴿وَاِذَا تُتْلٰی عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾﴾ (الانفال)

''اور جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں (یہ کلام) ہم نے سن لیا ہے۔ اگر ہم چاہیں تو اسی طرح کا (کلام) ہم بھی کہہ دیں۔ اور یہ ہے ہی کیا؟ صرف اگلے لوگوں کی حکایتیں ہیں۔''

جب آیات تلاوت کی جاتیں تو کفار کہتے ہم نے قرآن سن لیا ہے۔ یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ یہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیوں پر مشتمل ہے۔ ایسا کلام تو ہم بھی لاسکتے ہیں، یہ ہمارے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کلام اللہ کے مثل کلام تو کیا وہ اِس جیسی ایک آیت بھی نہ لاسکے۔ کفار آج بھی یہی ناکام کوشش کررہے ہیں کہ قرآن کے مثل کلام سامنے لایا جائے۔ اِس سلسلہ میں تازہ ترین گھناؤنی کوشش ''الفرقان'' کے نام سے جعلی قرآن کی اشاعت ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو قرآن سے دور کرنے کی اپنی سی کوشش کرلی، مگر اُن کو منہ کی کھانی پڑی ہے۔ وہ اِس جعلی قرآن کے حوالے سے کسی ایک بھی مسلمان کو ان شاء اللہ گمراہ نہ کرسکیں گے۔ جو شخص بھی رب کا طالب ہوگا ''الفرقان'' کو دیکھتے ہی اُسے معلوم ہوجائے گا یہ قرآن اصل نہیں، جعلی ہے، یہ دشمنوں کا گھڑا ہوا ہے۔ دراصل اسلام دشمن قرآن حکیم کے اثرات کو کم کرنا چاہتے ہیں۔ اِسی لیے تو ایک عرصہ سے مسلم ممالک بالخصوص پاکستان اور سعودی عرب کے تعلیمی نصاب سے جہاد سے متعلقہ آیات کو نکالنے کی سعی کررہے ہیں۔ اِس مقصد کے لیے انہوں نے پرویز مشرف، زبیدہ جلال اور شاہ عبداللہ کو استعمال کیا۔ جان لیجیے، دشمن ڈنڈے کے زور پر یہ سب کچھ کرسکتے ہیں، مگر قرآن حکیم کو نہیں بدل سکتے، نہ ہی قرآن کے مقابل کوئی کلام پیش کرسکتے ہیں۔

اگلی آیت میں اللہ نے کفار کا قول نقل کیا ہے:

﴿وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾﴾ (الانفال)

''اور جب انہوں نے کہا کہ اے اللہ اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور تکلیف دینے والا عذاب بھیج۔''

یہ بڑا عجیب قول ہے۔ کفار دعا کررہے ہیں کہ اے اللہ جو کچھ محمد بن عبداللہ پیش کررہے ہیں، اگر یہ تیری جانب سے برحق ہے تو ہم پر پتھروں کی بارش کردے یا ہم پر دردناک عذاب بھیج دے۔ یہ قول غزوۂ بدر کے موقع کا ہے۔ جب ابوجہل نے دیکھا کہ ہمارے مقابلے میں آنے والے مسلمان محض 313 ہیں اور بالکل نہتے ہیں جبکہ ہمارا لشکر ایک ہزار افراد پر مشتمل ہے اور کیل کانٹے سے لیس ہے، اِس کا کسی طور مقابلہ نہیں کیا جاسکتا ہے، تو طاقت کے نشے میں اُس وقت اُس کی زبان پر یہ الفاظ آئے تھے۔ دراصل اُسے اپنی فتح کا پورا یقین تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُس نے کہا تھا آج یوم الفرقان (حق و باطل میں فرق واضح کرنے والا دن) ہے۔ آج جو بھی جیتے گا معلوم ہوجائے گا کہ وہی حق پر ہے۔ اللہ نے اُس دِن کو فی الواقع یوم الفرقان بنا دیا۔ کفار کے ہزار کے مسلح لشکر کو 313 نہتے مسلمانوں کے ہاتھوں عبرتناک شکست سے دوچار کرکے واضح کردیا کہ حق کس کے ساتھ ہے۔ آج کے دور کے کفار بھی نائن الیون کے بعد امارت اسلامی افغانستان کے خلاف دنیا کا سب سے بڑا اتحادی لشکر لے کر آئے تھے۔ انہیں اپنی فتح کا پورا یقین تھا۔ ہمارے کمانڈو صدر پرویز مشرف جس نے کفریہ لشکر کا ساتھ دیا، یہی کہا تھا کہ امریکہ کو اڈے دینے کے معاملے میں پریشان نہ ہوں، چند دنوں کی بات ہے طالبان کا قصہ چکا دیا جائے گا۔ اس لیے کہ امریکہ کے پاس جو ٹیکنالوجی ہے اُس کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ وہ مریخ پر بیٹھ کر زمین پر پڑے سکے کو دیکھ سکتے ہیں۔ امریکی صدر بش نے تو طاقت کے نشے میں کروسیڈ کا نعرہ لگا دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ ہم Evil کے خلاف لڑ رہے ہیں، اور ہم بہرصورت فتح مند ہوں گے۔ یہ ہے کفار کی وہ نفسیات جس کا اظہار دورِ نبویؐ میں بھی ہوا تھا اور آج بھی ہورہا ہے۔ اللہ کا پختہ وعدہ ہے کہ کفار جو مرضی کرلیں، اگر تم اللہ کا تقویٰ اختیار کروگے، اُس کے ساتھ وفاداری کروگے تو وہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔ یہی ہمارے لیے اصل سبق ہے۔ افسوس کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں مگر اللہ کی نہیں مانتے۔ اس کی بجائے اپنی من مانی کرتے ہیں۔ حالانکہ ایمان کا تقاضا اللہ سے کامل وفاداری ہے۔ ہم اللہ کی بجائے اللہ کے دشمنوں سے ساز باز کرتے اور اُن کی ڈکٹیشن پر چلتے ہیں۔ وکی لیکس کے انکشافات کی صورت میں سربازار ہماری جو رسوائی ہورہی ہے، وہ اِسی امریکی غلامی کا صلہ ہے۔ ہے کوئی جو اِس سے عبرت حاصل کرے۔

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

☆☆☆

جمہوریت، اسلام اور پاکستان

سید اسد عباس نقوی

حکیم الأمت علامہ اقبال فرماتے ہیں ۔

سلطانیٔ جمہور کا آتا ہے زمانہ
جو نقش کہن تم کو نظر آئے مٹا دو
جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

روح اقبال سے دست بستہ عرض ہے کہ پاکستان آپ کے خواب کی تعبیر ہے لیکن سلطان جمہور کی جو تعبیر اور حشر پاکستان کے سیاسی شعبدہ بازوں نے کیا ہے اِس سے آپ آگاہ ہو جاتے تو شاید نقش کہن کو ہی ترجیح دیتے۔ علامہ! کیا وہ نظام آپ کے پیشِ نظر تھا جہاں مخدوم، شاہ، چیمے، چٹھے، ٹوانے، ڈوگر، ملک، چوہدری، راجے، نواب، بگٹی اور سردار اقتدار کے ایوانوں میں دندناتے پھریں اور عوام ان کے کاسہ لیس ہوں؟ ہمارے ہاں تو جمہوریت اسی بلا کا نام ہے۔ دہقاں کو روٹی میسر ہونے کا سوال تو دور پاکستان میں رائج نظام میں تو عوام ان جیسے طبقات کے گویا زرخرید غلام ہیں۔ ان بیچاروں کا نان نفقہ اسی اشرافیہ (عبد القادر حسن کے الفاظ میں بدمعاشیہ) کی عنایات سے جڑا ہوا ہے۔ نہ تو ان کی اپنی کوئی عزت ہے اور نہ ہی کوئی انا۔ یہ ہے آج کا اسلامی جمہوریہ پاکستان۔

جمہوریت بھی عجیب چیز ہے۔ اس نظام نے جہاں کئی اقوام کو اوج ثریا تک پہنچایا وہیں اس کے نام پر کئی اقوام کا استحصال کیا گیا۔ تاحال تیسری دنیا کے ممالک میں سے اکثر اس اعلیٰ نظام حکومت کے قیام کے لئے کوشاں اور سرگرداں ہیں۔ جمہوریت کی علمی تعریفوں کو دیکھا جائے تو ہمارے ذہنوں میں ایک ایسے نظام کا تصور اجاگر ہوتا ہے جہاں عوام کے منتخب نمائندے عوامی فلاح اور حقوق کے تحفظ کے لئے دن رات ایک کیے ہوئے ہیں۔ یہی وہ سبز باغ ہے جس کے ذریعے مغربی جمہوریتوں کی ترقی کے عظیم الشان خواب دکھا کر عوام کے حقوق سے کھیلا جاتا ہے۔

جمہوریت کا انگریزی متبادل ڈیموکریسی دو یونانی الفاظ ’’ڈیموس‘‘ یعنی لوگ اور ’’کریٹوس‘‘ یعنی طاقت کا مجموعہ ہے۔ اگرچہ عالمی سطح پر جمہوریت کی کوئی متفقہ تعریف نہیں ملتی تاہم آزادی اور مساوات وہ خصوصیات ہیں جو زمانہ قدیم سے جمہوریت کے لیے بدیہی سمجھی جاتی ہیں۔ جمہوریت کی اصطلاحات اور دقیق معلومات الفاظ کا ایسا ہیر پھیر ہے جس میں داخل ہوں تو انسانی ذہن الجھ سا جاتا ہے۔ معروف ماہر معاشیات ملٹن فرائیڈ مین جمہوری نظام حکومت کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’اس نظام حکومت میں عوام اکثر سیاسی معاملات سے ناآگاہ ہوتے ہیں۔ جس کے سبب وہ فقط اپنی وابستگیوں کی بنا پر اپنا حق رائے دہی استعمال کرتے ہیں، اور اس رائے دہی کے نتیجے میں حاصل ہونے والی جمہوری رائے میں جمہوریت کے حقیقی ثمرات کا حاصل ہونا ناممکن ہے۔‘‘

جمہوریت کے ناقدین اور بعض ماہرین سیاسیات اس نظام کو اخلاقی طور پر پست، سیاسی طور پر غیر مستحکم، وقتی، سست طرز حکومت اور کرپٹ گردانتے ہیں۔ بیسویں صدی کے معروف اطالوی دانش ور ولفریڈو پریٹو اور گائیٹانو موسکا جمہوریت کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’جمہوریت ایک نقاب ہے جو کہ امراء کے اقتدار کو چھپانے کے لئے وضع کیا گیا۔‘‘

خود مفکر اسلام علامہ اقبال نے کہا:

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

مغربی اداروں کی جانب سے کی جانے والی ایک تحقیق کے مطابق اگر جمہوری حکومتوں کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ امیدوار جو انتخابات میں دھاندلی کرتے ہیں ان امیدواروں کی نسبت جو منصفانہ انتخابات لڑتے ہیں 2.5 گنا زیادہ مرتبہ ایوان ہائے اقتدار پر حکمران رہے۔ اسی طرح ان ممالک میں جہاں فی کس آمدن اوسطاً 2700 ڈالر سے کم ہے، اس شرح آمدن سے اوپر والے ممالک کی نسبت متشدد جمہوریتوں کے حامل ہیں۔ اسی تحقیق کے مطابق انتخابی دھاندلی کے رجحانات ان ممالک میں زیادہ ہوتے ہیں جہاں افراد کی اوسطاً آمدن کم ہو، آبادی کم ہو، قدرتی وسائل کی زیادتی ہو اور اداروں کے مابین احتساب کا کوئی نظام رائج نہ ہو۔

قائداعظم محمد علی جناح جمہوریت کے زبردست حامی تصور کیے جاتے تھے، آئیں، دیکھیں بانی پاکستان جمہوریت کے بارے میں کیا رائے رکھتے تھے۔ آیا وہ برطانیہ میں پنپنے والی جمہوریت کو اپنی نئی جنم لینے والی ریاست کے لیے درست جانتے تھے یا اُن کا مطمح نظر اسلامی نظریے سے جنم لینے والی جمہوریت (اصل اصطلاح میں خلافت) تھا۔ لندن کے کنگز وے ہال میں 14 دسمبر 1946ء کو خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے کہا:

’’جمہوریت مسلمان کے خون میں شامل ہے، جس کے سبب وہ انسانوں کی مکمل مساوات کا قائل ہوتا ہے۔ آپ کو اس کی ایک مثال دیتا ہوں: اکثر جب میں نماز کے لیے مسجد جاتا ہوں تو میرا ڈرائیور اور میں دونوں شانہ بشانہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہیں۔ مسلمان اخوت، مساوات اور آزادی پر یقین رکھتے ہیں۔‘‘

14 فروری 1948ء کو سبی دربار سے خطاب کرتے ہوئے رہبر عظیم الشان نے کہا:

’’میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات دنیا کے عظیم قانون دہندہ اور ہمارے پیغمبر اسلامؐ کے دیے ہوئے قوانین کی پیروی میں مضمر ہے۔ آئیں اپنی جمہوریت کی بنیاد اسلام کے حقیقی اصول و قوانین پر استوار کریں۔ خداوند عز و شان نے ہمیں یہی سکھایا ہے کہ ریاست سے متعلقہ امور کے بارے میں فیصلے مشاورت اور گفت و شنید کے ذریعے انجام پانے چاہئیں۔‘‘

اسی طرح 25 مارچ 1948ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"نبی کریم ﷺ ایک عظیم استاد تھے۔ وہ ایک عظیم قانون دہندہ تھے۔ وہ ایک عظیم سیاستدان اور حریت پسند تھے، جنہوں نے حکومت کی۔ مجھے معلوم ہے کہ بہت سے لوگ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ہم اپنی تقاریر میں اسلام کا ذکر کریں۔ (مگر یاد رکھنا چاہیے کہ) اسلام! فقط رسوم و روایات اور روحانی اعمال کا ہی مجموعہ نہیں ہے بلکہ یہ ہر مسلمان کے لیے ضابطہ ہے، جو اس کی زندگی، سیاست حتیٰ کہ معیشت کے اسالیب کو وضع کرتا ہے۔ اسلام کے قوانین تمام لوگوں کے لیے احترام، سالمیت اور انصاف پر مبنی ہیں۔ ایک خدا پر ایمان اور مساوات اسلام کے بنیادی قوانین ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں افراد کے مابین کوئی تفریق نہیں۔"

فروری 1948ء میں امریکی عوام سے ریڈیو پر خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا:

"اسلام کے قوانین آج بھی اسی طرح قابل عمل ہیں جیسا کہ وہ تیرہ سو سال قبل تھے۔ اسلام اور اس کی تعلیمات نے ہمیں جمہوریت کی تعلیم دی ہے۔ ہم ان عظیم روایات کے امین ہیں اور پاکستان کے آئین ساز کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں اور واجبات سے مکمل طور پر آگاہ ہیں۔"

4 جولائی 1947 کو ہونے والی ایک پریس کانفرنس کے دوران میں ایک صحافی کی جانب سے کیے گئے سوال کہ آیا پاکستان ایک سیکولر ملک ہوگا یا مذہبی (؟) کے جواب میں قائداعظم نے کہا:

"آپ کا سوال مہمل ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ مذہبی ریاست سے کیا مراد ہے۔"

(کسی دوسرے مندوب نے کہا کہ شاید مذہبی ریاست سے مراد یہ ہے کہ کسی ملک میں کسی خاص مذہب کے لوگ مثلاً مسلمان مکمل شہریت کے حامل ہوں یعنی پہلے درجے کے شہری ہوں اور دیگر مذاہب کے افراد دوسرے درجے کے شہری ہوں، تو اس کے جواب میں قائداعظم نے کہا:

"اگر ایسا ہے تو مجھے لگتا ہے جو کچھ میں نے پہلے کہا وہ ایسا ہی ہے جیسے بطخ کی کمر پر پانی پھینکنا (شرکائے محفل کا قہقہہ)۔ آپ جمہوریت کی بات کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے آپ نے اسلام کو صحیح انداز میں نہیں پڑھا۔ ہم نے جمہوریت تیرہ سو سال پہلے سیکھی تھی۔"

25 جنوری 1948ء میں دیے گئے ایک انٹرویو میں قائداعظم نے کہا:

"مجھے ان لوگوں کی سمجھ نہیں آتی جو یہ پراپیگنڈا کر رہے ہیں کہ پاکستان کا آئین شریعت پر مبنی نہیں ہوگا۔"

قارئین کرام! یہ ہیں بانی پاکستان کے جمہوریت اور پاکستان کے آئین کے بارے میں نظریات۔ ان باتوں کو پڑھنے کے بعد یقیناً انسان کے ذہن و شعور پر ایک ایسی شخصیت کا عکس ابھرتا ہے جو اسلام کے آفاقی قوانین اور مقاصد سے نہ فقط آگاہ تھی بلکہ ان کا بہت گہرا مطالعہ رکھتی تھی۔ قائداعظم اپنے دل کی اتھاہ گہرایوں سے ان قوانین کو عملی طور پر رائج ہوتا دیکھنے کی تڑپ رکھتے تھے۔ میری رائے میں نہ فقط اُس دور میں بلکہ آج بھی شاذ ہی کوئی عالم دین ایسا ہو جو برطانیہ کے پڑھے ہوئے اس وکیل کی طرح اسلام کی حقیقی تعلیمات کا ادراک اور ان پر پختہ یقین رکھتا ہو۔ قائداعظم اسلام اور جمہوریت کی بنیادی خصوصیات آزادی و مساوات اور انصاف کے عظیم داعی تھے۔ حیرت تو اس بات پر ہوتی ہے کہ قائداعظم اور مفکر عظیم الشان اقبال کا پاکستان کن کے ہتھے چڑھ گیا۔ ان میں کسی کا فلسفہ جمہوریت، روٹی کپڑا اور مکان ہے تو کوئی سڑکیں بنانے کی باتیں کرتا ہے۔ میں اس حالت کو ارتقا جمہوریت کیسے کہوں؟ ارتقا تو ہمیشہ بری حالت سے بہتر حالت کی جانب ہوتا ہے۔ ہمارا ماضی تو محمد علی جناح اور اقبال تھے۔ ہمارا حال کسی تناسب سے بھی ان سا نہیں اور اس موجودہ روش کے ساتھ تو مستقبل سے بھی امید نہیں کی جاسکتی۔

اگر حقیقت پسندی سے، تاریخی طور پر رائج نظام ہائے حکومت کا جائزہ لیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ فی ذاتہ کسی نظام حکومت کو مشکل سے ہی اچھا یا برا گردانا جاسکتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں بعض اوقات ایسی بادشاہتیں بھی قائم ہوئیں جنہوں نے اپنی رعایا کی فلاح و ترقی کے لئے عظیم الشان کام سرانجام دیے۔ تاہم مجموعی طور پر تاریخ انسانیت کا بادشاہت کے حوالے سے تجربہ کچھ زیادہ بہتر نہ رہا۔ یہی کیفیت آمریت و اشرافیت کی بھی ہے۔ گزشتہ چند صدیوں میں ابھرنے والے نظام ہائے حکومت میں جمہوریت ہی وہ واحد نظام حکومت ہے جس نے مجموعی طور پر عوامی پذیرائی حاصل کی اور بہت سے معاشروں میں معاشرتی ترقی وارتقا میں گراں بہا کارنامے سرانجام دیے۔ تاہم تیسری دنیا کے ممالک کا جمہوریت کا یہ تجربہ بھی کچھ اچھا نہیں رہا۔ فکری طور پر معذور ان ممالک نے ہمیشہ مغرب کی تقلید کرتے ہوئے ان ممالک میں رائج جمہوریتوں کو اپنانے کی کوشش کی جو ان کے زمینی حقائق سے کامل موافقت نہ رکھتی تھیں اور اس پر مستزاد یہ کہ ان طاقتور مغربی جمہوریتوں نے اپنے ذاتی مفادات کے حصول کے لیے ان ممالک میں مداخلت کو اپنا وطیرہ بنا لیا۔ جس کے سبب آج ان غریب ممالک میں جمہوریت کے جو چربے رائج ہیں وہ آمریت اور ملوکیت سے بھی بدتر ہیں۔ قائداعظم محمد علی جناح کے دیے ہوئے اسلامی جمہوریت کے تصور کو ہم نے فقط الفاظ اور اصطلاحات کی حد تک اپنایا۔ ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھ کر ہم نے یہ سمجھا کہ ہم اسلامی جمہوری ریاست بن گئے۔ حالانکہ ہمارا ملک اسلامی ریاست کے تصورات سے کوسوں دور ہے۔

امیر تنظیم اسلامی
محترم حافظ عاکف سعید صاحب حفظہ اللہ
کے خطباتِ جمعۃ المبارک
انتہائی دلکش و دیدہ زیب طباعت و فور کلر ٹائٹل کے ساتھ
دعوتی و تبلیغی مقاصد کے لیے بے انتہا مفید
ہر کتاب پر امیر تنظیم کا مختصر تعارف
پاکٹ سائز میں درج ذیل عنوانات
1۔ خودکش حملوں کا تدارک اور اللہ کی مغفرت کا مستحق کون؟
2۔ میرے والد گرامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کی دینی خدمات
3۔ قیامِ نظام عدل وقسط 4۔ آزادی کی تقاضا: خود احتسابی
5۔ توبہ کی فضیلت 6۔ اسلام میں حسن اخلاق کی اہمیت
7۔ قرآن حکیم کا پیغام 8۔ جنگوں کی پیشین گوئیاں (بانی تنظیم اسلامی)
تنظیم اسلامی کے تمام حلقہ جات سے حاصل کر سکتے ہیں
رعایتی قیمت 65 روپے
مرکز تنظیم اسلامی 67، اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو، لاہور
فون: 042-36316638/36366638

ناموسِ رسالت کا مسئلہ

قاری محمد حنیف جالندھری

ناموس رسالت اور حرمت رسول دین مبین کی اساس اور بنیاد بھی ہے اور امت مسلمہ کی روح بھی۔ اسلام کی پوری عمارت حرمت رسول پر قائم ہے، صرف اسلام ہی نہیں، بلکہ تمام آسمانی مذاہب کی عمارت عظمتِ رسولؑ اور عصمت رسولؑ پر قائم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں انبیائے کرام بالخصوص پیغمبر آخرالزماں ﷺ کی عزت و حرمت کے حوالے سے ہرزہ سرائی کرنے والوں کے خلاف بہت سخت اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کی بے شمار آیات مبارکہ گستاخانِ رسول کے عبرتناک انجام کی خبر دیتی ہیں۔ سورۃ الاحزاب میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گستاخی کے ذریعے ایذا دینے والوں کو رسوا کن عذاب کی وعید سنائی گئی۔ سورۃ التوبہ میں تمام اعمال کے ضائع ہوجانے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈالے جانے کا ڈراوا دیا گیا، سورۃ التوبہ میں ہی دردناک عذاب سے خبردار کیا گیا اور سورۃ الاحزاب ہی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا﴾ یعنی ”وہ لوگ لعنت زدہ ہیں، جہاں کہیں ملیں پکڑ لیے جائیں اور انہیں اچھی طرح سے قتل کیا جائے“۔ بعض حضرات نے قتلوا تقتیلاً کا ترجمہ کیا ہے ”ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور بعض نے اسے تکہ بوٹی کر دینے سے تعبیر کیا ہے۔ سورۃ القلم میں ایک گستاخ رسول ولید بن مغیرہ کے لیے قرآن کریم نے کس قدر سخت اسلوب اختیار کیا اور اس کی نو برائیوں کو جس انداز سے بیان کیا اس کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت حضور ﷺ کی عزت و حرمت کے معاملے میں کس قدر غیور ہیں اور سورۃ الحجرات میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ جیسی جلیل القدر ہستیوں اور دیگر صحابہ کرامؓ کو آپؐ کے سامنے اپنی آوازیں پست کرنے کا حکم دیا گیا تو کسی اور کی کیا مجال؟ اور آپؐ کے مخلص ترین صحابہ ؓ کو حجروں کے باہر سے آوازیں دینے پر سخت تنبیہ فرمائی گئی۔

قرآن کریم کے اس واضح ترین اسلوب اور بے شمار آیات مبارکہ کے ہوتے ہوئے بعض لوگ اس معاملے میں بلاوجہ مغالطے پیدا کر رہے ہیں، جو نہایت افسوسناک امر ہے، حالانکہ اللہ کے نبی ﷺ نے رحمۃ للعالمین ہونے کے باوجود اپنے عمل کے ذریعے قرآن کریم کی آیات مبارکہ کی جو تشریح و تفسیر فرمادی، اس کے بعد تو کسی مغالطے اور ابہام کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ آپؐ نے کعب ابن اشرف اور ابورافع یہودی کو خود قتل کروایا۔ ابن خطل بیت اللہ شریف کے غلاف سے لپٹا ہوا تھا لیکن اس کے باوجود اس کی جاں بخشی نہیں ہوئی۔ ابوداؤد شریف کی روایت کے مطابق آپؐ نے ایک گستاخ یہودیہ عورت کے خون کو رائیگاں قرار دیا۔ ایک نابینا صحابیؓ نے آپؐ کے سامنے عصماء یہودیہ نامی عورت کو گستاخی رسولؐ کے جرم میں قتل کرنے کا اعتراف کیا تو آپؐ نے اس کے خون کو بھی ہدر قرار دیا۔ علامہ ابن تیمیہ نے الصارم المسلول میں لکھا ہے کہ حضرت عمیر بن عدی نے ایک گستاخ رسول عورت کو قتل کیا تو آپ نے خوش ہو کر فرمایا کہ ”اگر تم ایسا شخص دیکھنا چاہو جس نے اللہ اور اس کے رسول کی غیبی مدد کی ہے تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو۔“ اسی طرح ایک عورت کے بارے میں کتب احادیث میں آتا ہے کہ وہ آپؐ کو گستاخی کے ذریعے ایذا دیا کرتی تھی۔ آپؐ نے خود اس سے بدلہ لینے کے لیے ایک صحابی کی ڈیوٹی لگائی اور پھر انہوں نے اسے قتل کر کے آپؐ کو اطلاع دی۔

غورطلب بات یہ ہے کہ کعب ابن اشرف یہودی سے لے کر عصماء یہودیہ تک کسی کے قتل کی وجہ ارتداد نہیں تھا، بلکہ اہانتِ رسولؐ کے جرم میں ان سب لوگوں کو عبرتناک انجام سے دوچار کیا گیا۔ قرآن وحدیث کے ان صریح اور واضح احکامات کی روشنی میں آج تک پوری امت کا اس بات پر اجماع چلا آ رہا ہے کہ گستاخ رسول کی سزا صرف اور صرف موت ہے اور یہ اجماع و اتفاق کیوں نہ ہو، کیونکہ حرمت رسول کا معاملہ ہے ہی اس قدر حساس کہ اگر اللہ کی ان برگزیدہ ہستیوں کی حرمت، عصمت اور عظمت باقی نہ رہے تو پھر کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ سیکولر اور بے دین لوگ ہمیشہ اس اساس پر حملہ آور ہوتے رہے ہیں اور مسلمانوں کے تن بدن سے روح محمدؐ نکالنے کے درپے رہے ہیں۔ ان دنوں وطنِ عزیز میں بھی کچھ ایسے ہی عاقبت نا اندیش لوگ ایک دریدہ دہن عورت کی آڑ لے کر اور اس کی مظلومیت کا رونا رو کر دراصل انسداد رسالت کے قانون کو نشانہ بنانے کی سعی مذموم میں مصروف عمل ہیں۔

انسداد توہین رسالت کے قانون کے خاتمے کی یہ کوئی پہلی کوشش اور جسارت نہیں، بلکہ جب سے یہ قانون بنا ہے اس وقت سے یہ قانون مذہب بیزار اور دین دشمن طاقتوں کی نظروں میں بری طرح کھٹک رہا ہے۔ اگرچہ آج تک اس قانون کی وجہ سے کسی کو سزائے موت نہیں دی گئی لیکن اس کے باوجود اس قانون نے بہت بڑے فساد کا راستہ روکا ہوا ہے۔ اگر پاکستان میں یہ قانون نہ ہوتا تو یہاں آئے روز غازی علم دین شہید پیدا ہوتے، لوگ کسی پر بھی اہانت رسول کا الزام لگا کر اس کا خود ہی کام تمام کر دیتے، ذاتی رنجشوں کو مذہبی رنگ دیا جاتا اور قتل و غارتگری کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ چل نکلتا، اپنی پسند و ناپسند کی بنیاد پر لوگوں کو تہہ و تیغ کیا جاتا لیکن اس قانون نے ایسے تمام دروازے بند کر رکھے ہیں۔ اب اگر کسی پر بھی توہین رسالت کا الزام لگتا ہے تو عدالتی پراسس، گواہیوں، جرح اور ثبوتوں کے بعد جا کر کہیں فیصلہ ہوتا ہے کہ کون مجرم ہے اور کون بے گناہ؟ یوں یہ قانون اقلیتوں کے لیے خطرہ نہیں، بلکہ ان کے لیے باعث رحمت ہے۔ انسداد توہین رسالت کا قانون کسی کو تکلیف دینے کے لیے نہیں بلکہ تکلیف سے بچنے کے اور دل آزادی سے محفوظ رہنے کے لیے ہے۔ اگر کوئی قانون نہیں ہوگا، عدالتوں کا راستہ نہیں ہوگا، اس معاملے میں ریاست کا کردار نہیں ہوگا تو ہر انسان کو من مانی کرنے کا موقع مل جائے گا، جبکہ قانون کی موجودگی میں اقلیتوں کو تحفظ مل جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک اس قانون کی وجہ سے کسی کو سزائے موت نہیں دی جا سکی۔ لیکن اگر یہ قانون موجود نہ ہوتا تو شاید اس

وقت تک اہانتِ رسولؐ کے الزام میں بیسیوں لوگ قتل کیے جاچکے ہوتے۔

پاکستان کے ایک عام آدمی کے لیے یہ بات بھی ناقابل فہم ہے کہ اس ملک میں ہندو، سکھ، پارسی اور دیگر کئی قسم کی اقلیتیں آباد ہیں لیکن اس قانون کے خلاف، کچھ خاص قسم کی لابیاں، قادیانی گروہ اور عیسائیوں میں سے چند ایک مفاد پرستوں کا ٹولہ ہی کیوں ہمیشہ سرگرم عمل نظر آتا ہے؟ تاریخی واقعات یہ بتاتے ہیں کہ ان مخصوص گروہوں کو چونکہ استعماری قوتوں کی پشت پناہی حاصل ہوتی ہے اور توہینِ رسالت کا ارتکاب کرنے کی صورت میں انہیں میڈیا میں کوریج، غیر معمولی پذیرائی، غیر ملکی ویزے، سیاسی پناہ اور ڈھیر سارے مفادات حاصل ہوتے ہیں، اس لیے یہی گروہ اور انہی کے گماشتے اس قسم کی نادانی کا ارتکاب کرتے ہیں اور اسی قبیل کے لوگ اس قانون کو ختم کروانے کی سعی میں پیش پیش نظر آتے ہیں، جبکہ دیگر اقلیتوں میں سے کوئی بھی اس قانون کو نہ اپنے لیے خطرہ تصور کرتا ہے، نہ اس کے خلاف واویلا کرتا ہے اور نہ ہی مہم جوئی کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔

جہاں تک قانون کے غلط استعمال کی بات ہے تو سوال یہ ہے کہ پاکستان کے آئین میں دیگر جتنی قانونی دفعات ہیں کیا ان کا غلط استعمال نہیں ہوتا؟ دفعہ 302 کو ہی لے لیجیے، اس وقت پاکستان بھر کی جیلوں میں قتل کے الزام میں جتنے لوگ قید ہیں، ان میں سے کتنے فیصد بے گناہ ہیں لیکن آج تک کسی نے اس قانون کو ختم کرنے کا مطالبہ نہیں کیا۔ البتہ قرارداد مقاصد ہو یا حدود آرڈیننس، قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا معاملہ ہو یا انسداد توہین رسالت کا قانون تمام اسلام دشمن طاقتوں کی تان آکر اس بات پر ٹوٹتی ہے کہ ان سب چیزوں کو ختم کر دیا جائے۔

ان دنوں آسیہ مسیح کا معاملہ بہت اچھالا جا رہا ہے، حالانکہ پاکستان بھر کی جیلوں میں کتنی بے گناہ عورتیں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہی ہیں، کتنی عورتیں مختلف قسم کے مظالم کا شکار ہیں لیکن ان کی دادرسی کے لیے کوئی نہیں پہنچا، جبکہ شاتمہ رسول کے لیے سب سیکولر قوتیں میدان میں کود پڑیں۔ آسیہ کے لیے لڑنے والوں سے کوئی پوچھے کہ عافیہ صدیقی ایک مظلوم اور نہتی خاتون نہیں؟ لیکن ان میں سے کسی کو ان کے حق میں ہمدردی کے دو بول بولنے کی توفیق نہیں ہوئی اور اب آسیہ کی آڑ لے کر انسداد توہین رسالت کے قانون کے خلاف شور و غوغا شروع کر دیا گیا۔ دراصل آسیہ کی آڑ میں اس قانون کو پہلی دفعہ نشانہ نہیں بنایا گیا، بلکہ اس کو راستے سے ہٹانے کی مہم تو کئی برسوں سے جاری ہے اور جب سے یہ قانون تشکیل پایا اس وقت سے لے کر آج تک کسی نہ کسی صورت میں اس کے خلاف مہم جوئی جاری رہی ہے۔ ہمارے بعض وزراء بیرون ملک جا کر اس قانون کے خاتمے کے وعدے کرتے ہوئے پائے گئے، بلکہ پاکستان کی بعض ذمہ دار ترین شخصیات ویٹی کن جا کر یہ عہد کرتی نظر آتی ہیں کہ اس قانون کو ختم کر دیا جائے گا۔ قانون کو ختم کرنا تو دور کی بات ہے توہین رسالت کا معاملہ اتنا حساس اور نازک ہے کہ اس میں صدر پاکستان سمیت کسی کو معافی کا اختیار بھی نہیں، کیونکہ گستاخی رسول کا ارتکاب کرنے والے براہِ راست رسول اللہ ﷺ کے مجرم ہیں اور وہ کسی قسم کی رعایت کے مستحق نہیں۔

حکمت و دانش

نہج البلاغہ اور غرر الحکم و دُررالکلم سے ماخوذ

حضرت علی المرتضیٰ ؓ کے صبر کے ضمن میں اقوال زرّیں

حافظ محمد مشتاق ربانی

تاریخ اسلامی راہِ حق میں جامِ شہادت نوش کرنے والوں سے بھری پڑی ہے، جیسے حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت حسین ؓ وغیرھم۔ ان سب کا تذکرہ ضروری ہے اور ان حضرات کی شہادتوں سے حاصل ہونے والے سبق کو دہرایا جانا چاہیے تاکہ مسلمانوں میں جذبۂ جہاد اور شوق شہادت فروغ پائے۔

دین اسلامی سینہ کوبی کرنے، طویل عرصہ تک مرثیہ خوانی کرنے اور بلند آواز میں آہ و زاری کرنے سے منع کرتا ہے اور مصیبت کے وقت صبر کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ محرم الحرام میں اسلامی تاریخ کے بعض اندوہناک واقعات رونما ہوئے ہیں جن سے اُمت کا سینہ چھلنی اور جذبات شدید طور پر مجروح ہوئے ہیں۔ ایسے میں صبر و تحمل اور بردباری جیسی اہم صفات کی شدت سے ضرورت پڑتی ہے۔ صبر کے سلسلے میں حضرت علی ؓ کی طرف بہت سے اقوال منسوب ہیں، جن میں سے کچھ یہاں پیش خدمت ہیں۔ ایک طرف ہم حضرت علی ؓ کے اقوال زرّیں کو سامنے رکھیں اور دوسری طرف حضرت حسین ؓ کی شہادت کو، تو ہمیں کسی حد تک صبر آسکتا ہے۔ صبر کے سلسلے میں حضرت علی المرتضیٰ ؓ کے اقوال، جو یہاں نقل کیے جا رہے ہیں، نہج البلاغہ (مرتب و جامع: علامہ سید شریف رضی۔ 359ھ۔ 406ھ) اور غرر الحکم و درر الکلم (از: عبدالوحد بن محمد تمیمی آمدی ت1155ء) سے ماخوذ ہیں۔

نہج البلاغۃ میں منقول حکمت بھرے اقوال:

☆ اَلصَّبْرُ صَبْرَانِ: صَبْرٌ عَلٰی مَا تَکْرَہُ، وَصَبْرٌ عَمَّا تُحِبُّ

''صبر دو طرح کا ہوتا ہے: ایک ناگوار باتوں پر صبر اور دوسرا پسندیدہ چیزوں سے صبر۔''

☆ اَلصَّبْرُ شُجَاعَۃٌ

''صبر شجاعت ہے۔''

☆ عَلَیْکُمْ بِالصَّبْرِ فَاِنَّ الصَّبْرَ مِنَ الْاِیْمَانِ کَالرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ، وَلَا خَیْرَ فِیْ جَسَدٍ لَا رَاْسَ مَعَہٗ، وَلَا فِیْ اِیْمَانٍ لَا صَبْرَ مَعَہٗ۔

''صبر اختیار کرو کیونکہ صبر کو ایمان سے وہی نسبت ہے جو سر کو بدن سے ہوتی ہے۔ اگر سر نہ ہو تو بدن بے کار ہے، اسی طرح اگر ایمان کے ساتھ صبر نہ ہو تو ایمان میں کوئی خوبی نہیں۔''

☆ لَا اِیْمَانَ کَالْحَیَاءِ وَالصَّبْرِ

''حیا اور صبر سے بڑھ کر کوئی ایمان نہیں۔''

☆ یَنْزِلُ الصَّبْرُ عَلٰی قَدْرِ الْمُصِیْبَۃِ، وَمَنْ ضَرَبَ یَدَہٗ عَلٰی فَخِذِہٖ عِنْدَ مُصِیْبَتِہٖ حَبِطَ عَمَلُہٗ

"مصیبت کے اندازہ پر (اللہ کی طرف سے) صبر کی ہمت حاصل ہوتی ہے۔ جو شخص مصیبت کے وقت ران پر ہاتھ مارے اس کا عمل اکارت ہوجاتا ہے۔"

☆ لَا یَعْدَمُ الصَّبُوْرُ الظَّفَرَ وَاِنْ طَالَ بِهِ الزَّمَانُ

"صبر کرنے والا ظفر و کامرانی سے محروم نہیں ہوتا، چاہے اس میں طویل زمانہ لگ جائے۔"

☆ مَنْ لَمْ یُنْجِهِ الصَّبْرُ اَهْلَكَهُ الْجَزَعُ

"جسے صبر رہائی نہیں دلاتا، اُسے بے تابی و بے قراری ہلاک کردیتی ہے۔"

☆ اِسْتَشْعِرُوا الصَّبْرَ فَاِنَّهُ اَدْعٰى اِلَى النَّصْرِ

"جامۂ صبر پہن لو، کہ اس سے نصرت و کامرانی حاصل ہونے کا زیادہ امکان ہے۔"

☆ جَعَلَ الصَّبْرَ مَطِیَّةَ نَجَاتِهٖ

"(اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے) جس نے صبر کو نجات کی سواری بنالیا۔"

☆ نِعْمَ الْخُلُقُ التَّصَبُّرُ فِی الْحَقِّ

"حق کی راہ میں صبر بہترین سیرت ہے۔"

☆ وَارِدَاتِ الْهُمُوْمِ بِعَزَآئِمِ الصَّبْرِ وَحُسْنِ الْیَقِیْنِ

"ٹوٹ پڑنے والے غم واندوہ کو صبر کی پختگی اور حسنِ یقین سے دُور کرو۔"

☆ لَا تَكُنْ عِنْدَ النَّعْمَآءِ بَطِرًا وَّلَا عِنْدَ الْبَاْسَآءِ فَشِلًا

"نعمتوں کی فراوانی کے وقت کبھی اترا ؤنہیں اور سختیوں کے موقع پر بودا پن نہ دکھاؤ۔"

☆ طُوْبٰی لِنَفْسٍ اَدَّتْ اِلٰی رَبِّهَا فَرْضَهَا، وَعَرَكَتْ بِجَنْبِهَا بُؤْسَهَا

"مبارک باد کا مستحق ہے وہ شخص کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے فرائض کو پورا کیا اور سختی اور مصیبت میں صبر کیے پڑا رہا۔"

☆ اَضْعَفُ صَبْرًا عِنْدَ مُلِمَّاتِ الدَّهْرِ

"جو زمانہ کی ابتلاؤں پر بے صبری دکھانے والا ہو (حاکم پر بوجھ ہوتا ہے)۔"

☆ اَلْحِلْمُ وَالْاَنَاةُ تَوْءَمَانِ یُنْتِجُهُمَا عُلُوُّ الْهِمَّةِ

"بردباری اور صبر دونوں کا ہمیشہ ہمیشہ کا ساتھ ہے اور یہ دونوں بلند ہمتی کا نتیجہ ہیں۔"

☆ مَنْ صَبَرَ صَبْرَ الْاَحْرَارِ، وَاِلَّا سَلَا سُلُوَّ الْاَغْمَارِ

"جو شخص صبر کرے، جوانمردوں کی طرح کرے، ورنہ سادہ لوحوں کی طرح بھول بھال کر چپ ہوجائے۔"

☆ لَا یَغْلِبِ الْحَرَامُ صَبْرَكُمْ

"حرام تمہارے صبر و شکیب پر غالب نہ آجائے۔"

غرر الحکم و دُرر الکلم سے ماخوذ حکیمانہ اقوال

☆ اَلصَّبْرُ مَرْفَعَةٌ

"صبر و حوصلہ بلندی کا باعث ہے۔"

☆ اَلصَّبْرُ مَدْفَعَةٌ

"صبر و حوصلہ مصیبتوں کو ٹال دیتا ہے۔"

☆ اَلصَّبْرُ ظَفَرٌ

"صبر و حوصلہ کامیابی کا سبب ہے۔"

☆ اَلصَّبْرُ رَأْسُ الْاِیْمَانِ

"صبر و حوصلہ ایمان کی چوٹی ہے۔"

☆ اَلصَّبْرُ یُنَاضِلُ الْحِدْثَانَ

"صبر و حوصلہ ہمیشہ مصائب سے مقابلہ کرتے ہیں۔"

☆ اَلصَّبْرُ جُنَّةُ الْفَاقَةِ

"صبر و حوصلہ فقر کے لیے ڈھال کا کام دیتا ہے۔"

☆ اَلصَّبْرُ یُهَوِّنُ الْفَجِیْعَةَ

"صبر و حوصلہ مصائب کو ہلکا کردیتے ہیں۔"

☆ اَلصَّبْرُ یُمَحِّصُ الْمُصِیْبَةَ

"صبر و حوصلہ مصیبت کو ہلکا کردیتے ہیں۔"

☆ اَلصَّبْرُ ثَمَرَةُ الْاِیْمَانِ

"صبر ایمان کا ثمر ہے۔"

☆ اَلصَّبْرُ عُدَّةٌ لِلْبَلَآءِ

"صبر مصائب کے وقت پناہ گاہ ہے۔"

☆ اَلصَّبْرُ كَفِیْلٌ بِالظَّفَرِ

"صبر و حوصلہ کامیابی کے لیے مددگار ہے۔"

☆ اَلصَّبْرُ عُنْوَانُ النَّصْرِ

"صبر مشکلات میں نصرت کی نشانی ہے۔"

☆ اَلصَّبْرُ اَدْفَعُ لِلْبَلَآءِ

"صبر مشکلات کو سب سے زیادہ دور کرنے والا ہے۔"

☆ اَلصَّبْرُ یُرْغِمُ الْاَعْدَآءَ

"صبر دشمنوں کے دماغ (کے منصوبوں) کو ناکام کر دیتا ہے۔"

☆ اَلصَّبْرُ عُدَّةُ الْفَقْرِ

"فقر و فاقہ پر صبر کرنا بہترین سہارا ہے۔"

☆ اَلصَّبْرُ اَفْضَلُ الْعُدَدِ

"صبر بہترین توشہ ہے۔"

☆ اَلصَّبْرُ اَقْوٰی لِبَاسٌ

"صبر مضبوط ترین لباس ہے۔"

☆ اَلصَّبْرُ مَطِیَّةٌ لَا تَكْبُوْا

"صبر ایسی سواری ہے جو کبھی ناکام نہیں ہوتی۔"

☆ اَلصَّبْرُ اَعْوَنُ شَیْءٍ عَلَى الدَّهْرِ

"حادثاتِ زمانہ میں صبر بہترین مددگار ہے۔"

☆ اَلْحَزْمُ وَالْفَضِیْلَةُ فِی الصَّبْرِ

"دوراندیشی اور بزرگی صبر و حوصلہ میں ہے۔"

☆ اَلصَّبْرُ خَیْرُ جُنُوْدِ الْمُؤْمِنِ

"صبر مومن کا بہترین لشکر ہے۔"

☆ اَوَّلُ الْعِبَادَةِ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ بِالصَّبْرِ

"پہلی عبادت صبر سے خوشحالی کا انتظار کرنا ہے۔"

☆ اَلصَّبْرُ عَلَى الْمَضَضِ یُؤَدِّیْ اِلٰی اِصَابَةِ الْفُرْصَةِ

"حوادث پر صبر سے مہلت مل جاتی ہے۔"

☆ اَلْاِیْمَانُ صَبْرٌ فِی الْبَلَآءِ وَشُكْرٌ فِی الرَّخَآءِ

"ایمان مصیبتوں میں صبر اور خوشحالی میں شکر کا نام ہے۔"

☆ اَلصَّبْرُ یَنْزِلُ عَلٰی قَدْرِ الْمُصِیْبَةِ

"صبر مصیبت کی مقدار کے برابر نازل ہوتا ہے۔"

☆ اَلصَّبْرُ عَلَى الْمَصَآئِبِ مِنْ اَفْضَلِ الْمَوَاهِبِ

"بہترین عطا مصائب میں صبر کرنا ہے۔"

☆ اَلصَّبْرُ عَلَى الْمُصِیْبَةِ یَفُلُّ حَدَّ الشَّامِتِ

"مصیبت پر صبر کرنا ملامت کرنے والے کی زبان کی تندی کو کند کردیتا ہے۔"

☆ اَلصَّبْرُ اَوَّلُ لَوَازِمِ الْاِیْقَانِ

"صبر یقین کا پہلا زینہ ہے۔"

اَلصَّبْرُ عَلَى الْمُصِیْبَةِ یُجْزِلُ الْمَثُوْبَةَ

"مصیبت پر صبر کرنا اجر میں اضافے کا باعث ہے۔"

یہاں حضرت علی المرتضیٰ ؓ کے صبر کے بارے میں سارے اقوال جمع نہیں کیے گئے ہیں۔ صبر و حوصلے کے بارے میں آپؓ سے ان کے علاوہ بھی کئی اقوال منسوب ہیں، جن کو طوالت سے بچنے کے لیے شاملِ تحریر نہیں کیا گیا ہے۔ اگر ہم انہی اقوال پر غور کریں اور ان سے نصیحت حاصل کریں تو ہم مصیبت اور دکھ کو آسانی سے جھیل سکتے ہیں، خصوصاً حضرت حسین ؓ کی شہادت کے صدمے پر رونے پیٹنے کی بجائے اُس پر صبر کریں اور اُن کی پاکیزہ زندگی سے رہنمائی حاصل کرکے ان کے نقشِ قدم پر چلنے کا پختہ عہد کرلیں تو ہم سچے مسلمان بن سکتے ہیں۔

تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع

ساتھیو! اپنا محاسبہ کیجیے!

تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع 2010ء میں شریک ایک رفیق تنظیم کے اجتماع کے بارے میں تاثرات اور احساسات پر مبنی تحریر جو جذبات کو مہمیز دیتی' احساس کے در وا کرتی اور اصلاح احوال کی پرزور دعوت دیتی ہے

اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہے کہ سالانہ اجتماع حکومتی انتظامیہ کے تمام تر روڑے اٹکانے کے باوجود اس سال نہ صرف منعقد ہوا بلکہ خوب منعقد ہوا جس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے اور اس کے بعد مبارک باد کے مستحق ہیں امیر تنظیم اسلامی، مرکزی قیادت، ناظم اجتماع اور دیگر منتظمین، پھر وہ رفقاء جنہوں نے اپنی تفویض کردہ ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھایا اور اس کے علاوہ دیگر رفقاء جو پورے پاکستان سے اکٹھے ہوئے۔

میرا حلقہ گوجرانوالہ ہے جس کے رفقاء نے سالانہ اجتماع کے پہلے حصے میں شریک ہونا تھا لیکن چونکہ میں ایک میڈیکل ڈاکٹر ہوں اس لیے میری ڈیوٹی ناظم گوجرانوالہ ڈویژن جناب شاہد رضا نے بطور ڈاکٹر اجتماع کے دوسرے حصے میں لگادی۔ میرا بطور رفیق تنظیم اسلامی پہلا سالانہ اجتماع تھا جس میں شرکت کا موقع ملا۔ میں بہت سے خواب آنکھوں میں سجائے اتوار کی شام اجتماع گاہ میں پہنچا۔ تین دنوں میں کچھ خواب تو پورے ہوئے اور کچھ چکنا چور بھی ہوئے۔ انتظامات کے حوالے سے وہاں جو کچھ دیکھا، وہ توقعات کے عین مطابق تھا۔ لیکن رفقاء میں جو کمزوریاں یا خامیاں دیکھیں ان کی نشاندہی ضروری ہے، تاکہ اصلاح احوال ہو۔

میرا خیال یہ تھا کہ تنظیم اسلامی ابھی تعداد اور وسائل کے لحاظ سے ایک چھوٹی سی اجتماعیت ہے اور اصول یہ ہے کہ جو جماعت اقلیت میں ہو اور ہو بھی انقلابی تو اس کے تمام ارکان چاہے ایک دوسرے کو جانتے نہ بھی ہوں، ایک غیر مرئی (یعنی نظر نہ آنے والے Cementing Substance) سے انتہائی مضبوطی کے ساتھ جڑے ہوئے ہوں، جیسے ایک دیوار کی اینٹیں سیمنٹ سے جڑ کر ایک پختہ دیوار بناتی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے مجھے نہ تو مضبوط اینٹیں نظر آئیں، نہ سیمنٹ نظر آیا اور نہ ہی کہیں دیوار نظر آئی۔ بات سخت ہے لیکن خلاف واقعہ نہیں کہ اینٹوں کا ایک ڈھیر نظر آیا۔ خیال تھا کہ ہر طرف سے "سلاماً سلاماً" کی صدائیں آرہی ہوں گی۔ کارکن نیکیوں کے اتنے حریص ہوں گے جیسے صحابہ کرام ؓ کہ راستے میں جاتے ہوئے اگر سامنے درخت نظر آجاتا تھا تو Crossing درخت کے دونوں اطراف سے ہوتی تھی تاکہ پھر دوبارہ آپس میں "السلام علیکم"، "وعلیکم السلام" کہہ سکیں اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں سمیٹ سکیں۔ اس جذبے کی شدید کمی نظر آئی بلکہ ایک سرد مہری کی سی فضا محسوس کی۔ قربانی و ایثار کے سنہری اصول کا بھی فقدان دیکھنے میں آیا۔ ''پہلے آپ'' یا انگریزی میں Give way کی بجائے ''پہلے میں'' دیکھنے میں آیا۔ مثالیں تو کئی پیش کرسکتا ہوں لیکن ایک ہی دوں گا۔ بازار میں چائے کے اسٹال میں کافی رش ہوتا تھا۔ اب یہ ہے کہ کسی کو گھر پہنچنے کی بھی جلدی نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود ہر ساتھی چاہتا تھا کہ پہلے مجھے چائے مل جائے۔ یہ بات اگرچہ چھوٹی سی ہے لیکن چھوٹی چھوٹی عادتیں ہی شخصیت کا مستقل حصہ بن جاتی ہیں اور پھر ان سے جان چھڑانی مشکل ہوجاتی ہے۔ کل کو جب باطل کو للکارنا ہے، ماریں پڑنی ہیں یا گولیاں بھی چل سکتی ہیں تو اس وقت بھی بجائے اُس مطلوب طرز عمل کے جو جو صحابہ کرام ؓ کا ہوتا تھا کہ خود زخموں سے چور چور ہیں، پیاسے اتنے ہیں کہ حلق میں کانٹے چبھ رہے ہیں لیکن پانی پلانے والا آیا تو ساتھ سے ہی دوسرے ساتھی کے کراہنے کی آواز آئی تو پانی پلانے والے کو ادھر بھیج دیا، اس نے تیسرے کراہنے والے کی طرف بھیج دیا یعنی ''پہلے آپ'' کی پالیسی اپنائی۔ ایثار وقربانی اسی کا نام ہے۔ اسی ایثار اور قربانی کی وجہ سے تینوں کو شہادت کا بلند ترین مرتبہ حاصل ہوگیا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم نے جو ''پہلے میں'' والا فارمولا اپنایا ہوا ہے، جب ماریں پڑیں، گولیاں چلیں اس ''پہلے میں'' کی وجہ سے تحریک کے نازک موقع پر ہمارے پاؤں ہی اکھڑ جائیں۔ قرآن پاک اہل ایمان کی صفت بتاتا ہے "اشداء علی الکفار رحماء بینھم" اس آپس کی نرمی، شفقت، بھائی چارے، رحم کے جذبے کا بھی کسی قدر فقدان نظر آیا۔ اس کو بھی پروان چڑھانے کی ضرورت ہے۔

تنظیم کے ناظم اعلیٰ جناب اظہر بختیار خلجی نے جو اعداد وشمار بیان کیے وہ شائد اوروں کے لیے تو امید افزا ہوں، میرے لیے وہ صرف حیران کن ہی نہیں بلکہ پریشان کن بھی تھے۔ اگر گہرائی میں اُتر کر دیکھا جائے تو دو سالوں میں نئے رفقاء کی تعداد کا تقریباً دو ہزار ہونا یہ Alarming Situation ہے۔ ہر رفیق سوچے، اپنے گریبان میں جھانکے کہ وہ کیا کر رہا ہے؟ ہم جس تنظیم سے وابستہ ہیں یہ اسلامی انقلابی پارٹی ہے۔ ہم اللہ کی پارٹی کے کارکن ہیں، یہ زرداری یا نواز شریف کی پارٹی نہیں ہے۔ صرف اتنا غور کریں کہ عام سیاسی پارٹیاں اور ان کے کارکن صرف اور صرف نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے یا دنیاوی مقاصد کے حصول کے لیے دن رات ایک کرسکتے ہیں تو ہم اللہ کی پارٹی کے کارکن دینی و اخروی مقاصد کے حصول کے لیے دن رات ایک کیوں نہیں کرسکتے؟ کون سی چیز ہمیں روکتی ہے؟ صرف ایک چیز ہے جس کا نام ہے دنیا اور دنیا سے متعلقہ شیطانی زنجیریں۔ ان پاؤں کی زنجیروں کو توڑیے، آخرت کی فلاح کے لیے اپنی حیثیت، اپنے مرتبے، اپنے مقام کا احساس اور ادراک کیجیے۔ اللہ نے مجھے اور آپ کو چن لیا ہے۔ اس پر میں اور آپ اللہ کا جتنا شکر کریں کم ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کی اولین ذمہ داری یہ ہے کہ ساری دنیاوی زنجیریں توڑ کر صرف ایک زنجیر گلے میں ڈال لے جس کا نام ہے اللہ کی غلامی یا اطاعت الٰہی، یا بندگی رب، یا عبادت رب اور کمر کس لے کہ اس نے تکبیر رب

کے لیے تن، من، دھن حتیٰ کہ اپنی جان بھی کھپا دیتی ہے۔
اگر ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم تو پہلے ہی ایسا کر چکے ہیں تو پھر یہ کیونکر ممکن نہ ہوا کہ اگر دو سال پہلے رفقاء کی تعداد تقریباً پانچ ہزار تھی تو ان دو سالوں میں دس ہزار نہ ہوئے۔ کیا اپنے قرب وجوار میں ہمیں ایک اللہ کا بندہ بھی ایسا نہ ملا جس کو قرآن سنا سنا کر، یا تنظیم کی فکر پہنچا کر اپنا ہم نوا نہ بنا سکتے؟ دو سالوں میں اور کچھ نہیں تو کم ازکم ہر ایک رفیق ایک شخص کو تنظیم کا رفیق بنواتا تو بھی تعداد دس ہزار تو ہونی ہی چاہیے تھی۔ ذرا موجودہ دور میں اپنے ارد گرد نظر دوڑایئے! وطن عزیز میں لوگوں کو آپ بآسانی چار طبقات میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

پہلا طبقہ مزدور، کلرک، چھابڑی، ریڑی، چاند گاڑی چلانے والے، جمعدار، گھروں میں کام کرنے والے لوگوں کا ہے۔ مالی لحاظ سے بھی انتہائی پسماندہ، اخلاقی لحاظ سے بھی دیوالیہ پن کا شکار اور دینی لحاظ سے انتہائی جاہلیت کا شکار۔

دوسرا طبقہ وہ ہے جس کے پاس وہ تعلیم ہے جس کا نام ''دنیاوی تعلیم'' رکھ دیا گیا ہے۔ دفتر، فیکٹریاں، بیوروکریسی، کاروبار، صحت کے شعبہ جات، زراعت، صنعت وحرفت، تعلیمی منصوبے۔ معاشیات، ذرائع ابلاغ غرض تمام اہم شعبے انہی کی ذہنی صلاحیتوں اور تعلیمی استعداد کے بل بوتے پر چل رہے ہیں۔ ان کے نزدیک دین سے مراد فقط نماز، روزہ، حج وعمرہ کی ادائیگی ہے۔ ہاں کچھ مذہبی رسومات بھی شوق سے ادا کر لیتے ہیں۔ یہ طبقہ انگریزی کلچر کا دلدادہ ہے۔ مغرب سے جو نظریہ یا فکر درآمد ہوتی ہے اس پر پورے دل وجان سے لبیک کہتا ہے۔ یعنی صرف ظاہر سے ہی نہیں انداز فکر بھی ادھار کی۔ یہ لوگ نظریاتی یا فکری لنڈا بازار میں پورے کے پورے رنگے ہوئے، Enlightend Moderation یعنی روشن خیال معتدل اسلام کی تصویر جو پرویز مشرف نے بنانے کی کوشش کی تھی اس کے دیوانے ہیں۔ اسلام کے بارے میں کسی حد تک جذباتی ہیں لیکن کون سا اسلام؟ ''لکڑ ہضم، پتھر ہضم'' اسلام چاہتے ہیں۔ یعنی کہ بے حیائی، عریانی، فحاشی بھی ساتھ ساتھ چلے اور نمازیں بھی۔ حرام خوری بھی ساتھ ساتھ چلے اور حج وعمرہ بھی۔ سودخوری بھی ساتھ ساتھ چلے اور روزے بھی۔ موجودہ سیکولر میڈیا سے ناقابل یقین حد تک متاثر، حتیٰ کہ اس میڈیا کے گمراہ کن پروپیگنڈا کے زیر اثر ہر داڑھی والا ان کو دہشت گرد نظر آتا ہے۔

تیسرا طبقہ اُن لوگوں کا ہے جو اندر سے بھیڑیے ہیں اور باہر انہوں نے کھال انسانوں کی سی پہنی ہوئی ہے۔ یعنی ہمارا حکمران طبقہ۔ حکمران طبقے سے میری مراد وہ بھی ہے جو کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اور جو کرسی کا انتظار کر رہا ہے یا کرسی پانے کے لیے سازشیں کر رہا ہے یعنی جو کرسی کے لیے اپنے آپ کو بیچنے یا دوسرے کو خریدنے کی کوشش کر رہا ہے وہ بھی ہے۔ ان کا کیا نظریہ ہوتا ہے؟ کیا سوچ ہوتی ہے؟ کیا فکر ہوتی ہے؟ یہ آج عوام الناس کو خوب سمجھ آ رہی ہے۔ رہی سہی کسر وکی لیکس کے انکشافات نکال رہے ہیں۔ لیکن عوام ہیں کہ پھر ان کے بہکاوے میں آجاتے ہیں اور ان سے امیدیں وابستہ کر لیتے ہیں۔ بہرحال اس طبقے کا دین، ایمان، مذہب صرف اور صرف کرسی ہے، چاہے اس کے لیے اپنے آپ کو تو کیا پوری قوم کو بھی بیچنا پڑے بشمول قوم کی ماؤں، بیٹیوں کے۔ وہ کرسی کے لیے دلالی کرتے ہیں۔ ان سے خیر کی کوئی توقع رکھنا عبث ہے۔

چوتھا طبقہ ہمارے ملک میں اُن لوگوں کا ہے جو اس گئے گزرے دور میں، نفسانفسی کے عالم میں بھی دین کے معاملے میں حساس اور غیرت مند اور آخرت کی جوابدہی اور مواخذے کے لیے فکرمند ہیں۔ اس طاغوتی دور میں جو فساد برپا ہے، جس لوٹ کھسوٹ، اخلاقی دیوالیہ پن اور ظلم، ناانصافی اور استحصال کا بازار گرم ہے، اس پر پریشان ہی نہیں مضطرب بھی ہیں۔ دین کو مغلوب دیکھ کر، اوپر والے تینوں طبقوں کی حالت زار دیکھ کر، وطن عزیز کی مخدوش صورت حال دیکھ کر ان لوگوں کو نہ تو رات کو نیند آتی ہے اور نہ ہی دن کو چین میسر آتا ہے۔ انہیں اپنی بھی فکر ہے لیکن اپنے ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں کی بھی فکر ہے۔ میرے ساتھیو، یہی وہ محترم طبقہ ہے جس میں، میں اور آپ شامل ہیں۔ میں دوبارہ اعادہ کرتا ہوں اپنی حیثیت، اپنے مرتبے، اپنے مقام اور اپنے اعلیٰ رینک کو جس سے اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے اس کا ادراک کریں، احساس کریں۔ آپ وہ معزز طبقہ ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اصلاح عامہ کے لیے چن لیا ہے۔ اگر بہت بڑی بات نہ ہو جائے تو مجھے کہنے دیجئے کہ پاکستان کا مستقبل آپ سے وابستہ ہے۔ ہر ملک کا ایک مرکزی نقطہ یا محور ہوتا ہے، Centre of Gravity، جس سے تمام طبقات اور گروہ وغیرہ جڑے ہوتے ہیں۔ اس میں کسی کو کوئی شک نہیں ہونا چاہیے کہ پاکستان کا مرکزی نقطہ یا محور ''اسلام'' ہے۔ اگر اسلام یہاں نافذ نہیں ہوتا تو اندیشہ ہے کہ ہمارا وجود بھی باقی نہیں رہے گا۔ ہمیں یہ ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اس ملک میں اسلامی انقلابی جماعت کی نمائندگی میں اور آپ ہی کر رہے ہیں۔ باقی جماعتوں نے یا تو بیلٹ کی خوشنما دنیا میں کود کر اپنے آپ کو غرق کر لیا ہے یا پھر بُلٹ کا راستہ اپنا کر خودکشی کی جانب گامزن ہیں۔ اللہ کا ضابطہ ہے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ (البقرۃ:286) وہ ہر انسان کو اس کی وسعت، اور قابلیت کے مطابق مکلف ٹھہراتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اور آپ کو دینی شعور سے نوازا ہے اور ایک اسلامی انقلابی جماعت میں شامل کر لیا ہے تو مجھ سے اور آپ سے پوچھ گچھ اور حساب کتاب بھی اسی کے مطابق ہونا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی فوج کے سپاہی بن کر بھی ہم اپنے مشن سے مکمل وابستہ نہ ہوں تو مجھے اندیشہ ہے کہ اللہ کے ہاں حساب بڑا کڑا ہوگا۔ اس لیے از سرنو اپنا اپنا جائزہ لیں۔ اگر کوئی سستی، کاہلی وغیرہ ہے تو اس سے جان چھڑائیں۔ خامیاں، کوتاہیاں ہیں تو ان سے بھی پیچھا چھڑائیں۔ اور ایک نئے عزم اور ولولے کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں۔ اگر آج ہماری تعداد سات ہزار ہے تو آئندہ سالانہ اجتماع پر کم ازکم چودہ ہزار تو ہو۔ ہر ایک رفیق اگلے سال تک (یعنی 365 دنوں میں) کیا ایک نیا رفیق بھی تیار نہیں کر سکتا؟ پختہ عہد کر لیں اپنے آپ سے بھی اور اللہ تعالیٰ سے بھی کہ مجھے یہ ٹارگٹ پہلے Achieve کرنا ہے، باقی سارے کام بعد میں ہوں گے۔ ہماری تنظیم پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہے۔ ہمارے پاس بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کی بے شمار تقریریں ہیں، لٹریچر ہے، دورۂ قرآن کے ویڈیو آڈیو کیسٹس ہیں۔ آپ کہیں بھی ہوں، شہر میں یا گاؤں میں، بیٹھک یا ڈرائنگ روم بھی ہر گھر میں ہوتا ہے۔ اور کچھ نہیں کر سکتے تو گھروں میں ہفتہ وار ویڈیو پروگرام ہی کر لیں۔ اس کے لیے ہفتے میں ایک دن مقرر کریں، ایک گھنٹہ نکالیں۔ ڈاکٹر صاحبؒ کا بیان القرآن سلسلہ وار چلا دیں۔ یہ آزمودہ نسخہ ہے۔ اسے استعمال کریں۔ اگلے سال تک آپ ان شاء اللہ دیکھیں گے کہ ایک نہیں بلکہ 10 رفیق آپ اور صرف آپ کی کوشش سے اجتماع میں آئیں گے۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہی لوگ میری اور آپ کی بخشش کا ذریعہ بن جائیں۔

سب سے آخر میں لیکن سب سے اہم بات جو کم ازکم میرے لیے انتہائی شرم کا باعث تھی کہ پنڈال میں امیر محترم اپنی سیٹ پر براجمان ہیں، ڈاکٹر عبدالسمیع بار بار رفقاء کو پنڈال میں آنے کا کہہ رہے ہیں۔ (حالانکہ وقت بھی پہلے سے طے شدہ تھا) لیکن بار بار کے اعلانات کے باوجود کوئی ہلچل نہیں ہورہی۔ کسی کے کانوں کے اوپر جوں تک نہیں رینگ رہی۔ پنڈال میں

بمشکل دو تین سو رفقاء بیٹھے ہوئے ہیں، باقی باہر دھوپ سینک رہے ہیں، اور دیگر رفقاء اپنی اپنی قیام گاہ سے خراماں خراماں چلے آ رہے ہیں۔ کیا یہ ہوتا ہے انقلابی جماعتوں کا ڈسپلن اور نظم ونسق!! اور انقلابی جماعت بھی وہ جو محض انقلابی نہ ہو بلکہ ’’اسلامی انقلابی جماعت‘‘ ہو، جو نہ صرف پاکستان میں بلکہ تمام دنیا میں نظام خلافت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہی ہو؟ ساتھیو! میں پھر بتادوں یہ کم از کم میرے لیے تو نہ صرف Shocking Scene تھا بلکہ شرمناک بھی تھا۔ اس لیے کہ مجھے فوج میں ملازمت کا تجربہ ہے اور جن لوگوں کا فوج سے کوئی تھوڑا بہت بھی تعلق ہے، وہ یہ بات خوب جانتے ہیں کہ فوجی ڈسپلن کس چیز کا نام ہے۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ اجتماع گاہ میں جہاں ہم تمام دنیاوی رشتوں ناتوں کو چھوڑ کر تین دن کے لیے آئے تھے، ہمارے ڈسپلن کا یہ حال ہے تو پھر اپنے اپنے گھروں میں یا اہل وعیال کے درمیان کیا حال ہوتا ہوگا؟ اب بات سمجھ آتی ہے کہ تنظیم کی عددی قوت کیوں نہیں بڑھ رہی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم تنظیم میں شامل ہوکر، بیعت کر کے اپنے آپ کو طفل تسلیاں دے رہے ہیں کہ ہم نے سورۃ العصر میں نجاتِ اخروی کے لیے بیان کردہ تیسرے لازمہ (تواصی بالحق) کے تقاضے کسی نہ کسی حد تک پورے کر لیے ہیں۔ فوج میں اس رویے کو کہتے ہیں کہ ٹوٹل کو پورا کر دیا ہے۔ یہ محض خود فریبی ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اگر آج نارمل حالات میں ڈسپلن کا یہ حال ہے تو کل جب طاغوت اور اس کے ساتھیوں اور پجاریوں کے ساتھ دوبدو مقابلہ ہونا ہے، اس وقت ہمارا ڈسپلن اس سے بدتر بلکہ بدترین ہوگا، اور الٹا لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ یہ عجیب معاملہ ہے کہ امیر محترم اپنی سیٹ پر بیٹھ کر رفقاء کا انتظار کر رہے ہوں بلکہ کہہ کر رہے ہیں کہ پنڈال میں آئیں۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے چیف آف آرمی سٹاف اپنے افسروں بلکہ سپاہیوں کو حکم دے کہ اندر آ جائیں، اندر آ جائیں اور کوئی ان کی بات نہ سن رہا ہو یا اگر سن رہا ہو تو سنی ان سنی کر رہا ہو۔ مجھے تو طالوت کی فوج کا رویہ یاد آ رہا ہے، جب انہوں نے فوج کا ٹیسٹ لینے کی غرض سے کہا کہ اس دریا کا پانی نہ پینا اور جس نے یہ پانی پیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ تو سب نے خوب پیٹ بھر کے پانی پیا، سوائے ایک قلیل مقدار کے۔ اس قلیل مقدار میں سے بھی کچھ نے جب جالوت اور اس کے لشکر کو دیکھا تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ پھر جو باقی بچ گئے انہوں نے یہ کہہ کر فوج کا مورال بڑھایا:

﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (البقرۃ:249)

’’کتنی ہی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ ایک قلیل گروہ اللہ کے حکم سے کثیر گروہ پر غالب آ گیا‘‘

ساتھیو! حوصلہ کرو۔ ہم قلیل گروہ ہیں۔ ہم حق کے راہی ہیں۔ حق کا بول بالا کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس کے لیے امیر کی اطاعت ضروری ہے۔ یہ اطاعت ڈھیلی ڈھالی نہ ہو، بلکہ قرآن وسنت کے دائرے کے اندر اندر امیر جو بھی حکم دیں ہمیں اُس پر لبیک کہنا ہے، فوراً اور بلاچون وچرا۔ ہمیں حکم کو پورا کرنے کے لیے فوراً لپکنا ہے۔ اس شیطانی وسوسے سے جان چھڑوایئے کہ ابھی تو تصادم کا مرحلہ پیش ہی نہیں آیا، جب آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ یقین کیجیے، ابھی نہیں تو کبھی نہیں۔ ابھی سے اپنے آپ کو اطاعت کا خوگر بنایئے۔ چھوٹے سے چھوٹے حکم کو بھی ہلکا نہ سمجھیں کہ اسی میں دنیا کی بھی بھلائی ہے اور آخرت کی بھی فلاح ہے۔

میرے لیے بھی دعا کیجیے، اپنے لیے بھی، اپنے اہل وعیال کے لیے بھی اور پوری امت مسلمہ کے لیے بھی۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو یقین کی دولت سے مالا مال کر دے، یقین محکم ہوگا تو عمل صرف سیدھا ہی نہیں بلکہ پیہم بھی ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ!

دُعائے مغفرت کی درخواست

- حلقہ کراچی جنوبی کے رفیق جناب غلام حسین دل کے تایا کا، جو اُن کے سُسر بھی تھے انتقال ہوگیا۔
- رفیق تنظیم اسلامی عارف والا (حلقہ پنجاب شرقی) فیاض احمد کے والد وفات پاگئے۔
- ڈاکٹر نسیم الدین خواجہ کے بہنوئی پروفیسر ڈاکٹر مسعود عالم قریشی اور محمد سجاد بٹ کی والدہ (سمدھن خواجہ سلیم الدین) کا انتقال ہوگیا۔
- ادارہ قرآن اکیڈمی لاہور کے شعبہ مطبوعات کے پروف ریڈر مرتضیٰ احمد اعوان کی نانی گزشتہ دنوں وفات پاگئیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین اور مرحومات کی مغفرت فرمائے۔ قارئین اور رفقاء سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اللھم اغفرلھم وارحمھم وادخلھم فی رحمتك
وحاسبھم حساباً یسیراً

نیوز آف دی ویک

خبر ’’ہمیں افغانستان میں جنگ روکنا ہوگی‘‘

(رچرڈ ہالبروک کے آخری الفاظ)

تبصرہ: اس کائنات میں موت سے اٹل کوئی شے نہیں ہوتی اور یہ بھی حقیقت ہے کہ موت سے زیادہ زندگی کے قریب کوئی چیز نہیں ہوتی۔ لیکن انسان عجیب مخلوق ہے گلے سے لگی ہوئی اس کھلی حقیقت کو بھلائے رکھتا ہے اور زندگی کی خواہشات کی تکمیل میں یوں اندھا دھند بھاگ رہا ہوتا ہے جیسے اِسے کوئی فنا نہیں، جیسے آج تک کوئی مرا ہی نہیں۔ پھر ان خواہشات کی تکمیل میں اندھے جذبات کی رو میں بہہ کر حقائق کو تسلیم کرنے اور ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچنے کی بجائے تعصب اور نفرت کو اپنے دل ودماغ پر حاوی کر لیتا ہے۔ لیکن ہر فرعون کی یہ ریت رہی ہے کہ موت کی وادی میں اترتے ہوئے حق اُس کی زبان پر آ جاتا ہے۔ ایسی ہی ایک حقیقت مرتے وقت رچرڈ ہالبروک کی زبان پر جاری ہوگئی۔ اُس نے اپنی زندگی کے جو آخری الفاظ ادا کیے وہ کچھ یوں تھے

"We have got to stop war in Afghanistan"

’’ہمیں افغانستان میں جنگ روکنا ہوگی‘‘۔ بدقسمت انسان اس جنگ کے حقائق کی طرح کائنات کے حقائق کا ادراک بھی کر لیتا تو اللہ کا دشمن بن کر نہ مرتا اور جہنم کی آگ سے بچ جاتا۔

شرح کلامِ اقبال

(انتخاب از ارمغانِ حجاز)

ضمیر مغرب ہے تاجرانہ، ضمیر مشرق ہے راہبانہ
وہاں دگرگوں ہے لحظہ لحظہ، یہاں بدلتا نہیں زمانہ

کنارِ دریا خضر نے مجھ سے کہا بانداز محرمانہ
سکندری ہو، قلندری ہو، یہ سب طریقے ہیں ساحرانہ

حریف اپنا سمجھ رہے ہیں مجھے خدایانِ خانقاہی
انہیں یہ ڈر ہے کہ میرے نالوں سے شق نہ ہو سنگِ آستانہ

غلام قوموں کے علم و عرفاں کی ہے یہی رمزِ آشکارا
زمین اگر تنگ ہے تو کیا ہے، فضائے گردوں ہے بے کرانہ

خبر نہیں کیا ہے نام اِس کا خدا فریبی کہ خود فریبی
عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ

مری اسیری پر شاخِ گل نے یہ کہہ کے صیاد کو رلایا
کہ ایسے پُرسوز نغمہ خواں کا گراں نہ تھا مجھ پہ آشیانہ

1۔ اس کلام میں علامہ اقبال نے مشرق اور مغرب کا تنقیدی موازنہ کیا ہے۔ علامہ کا کہنا ہے کہ اہلِ مغرب اپنی تمام تر صلاحیتوں اور سدباب کو بروئے کار لا کر محض مادی ترقی کی منازل طے کر رہے ہیں۔ اُن کا ہر آنے والا دن اُن کے گزرے ہوئے دن کی نسبت مادی طور پر بہتر ہو رہا ہے۔ یہی اُن کا نصب العین ہے، جس کے حصول کے لیے انہوں نے خدا کو فراموش کر دیا ہے۔ اس کے برعکس مشرق نے رہبانیت کی شاہراہ کو اپنا لیا ہے۔ ترکِ دنیا کی روش نے اُن کی مادی زندگی میں جمود طاری کر دیا ہے۔ انہوں نے دنیوی اعتبار سے بے کسی، بے بسی اور محتاجی کی زندگی پر اکتفا کر لیا ہے۔ اپنی محدود سوچ کی وجہ سے اِس کسمپرسی اور بدحالی سے نکلنے کی کوشش ہی نہیں کرتے، اول الذکر فقط مادہ پرست اور موخر الذکر محض رہبانیت کے راہی۔

دراصل دونوں قانونِ الٰہیہ کے خلاف چل رہے ہیں۔ مسلمانوں کے پاس حقیقی ضابطۂ حیات ہے جس میں دین و دنیا دونوں کی بھلائی کے طریقے موجود ہیں۔ مسلمان تو دنیا کو دین کے تابع کرتا ہے۔ یہی مقصودِ فطرت اور منشائے اسلام ہے۔

2۔ علامہ نے اپنی ایک تصوراتی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ دریا کے کنارے حضرت خضرؑ نے مجھے اس حقیقت سے باخبر کیا کہ سکندری یعنی محض دنیاوی اقتدار اور قلندری یعنی فقط رہبانیت دونوں طریقہ ہائے زندگی کے پیش کار، سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے شاطرانہ ہتھکنڈوں سے شکار کر لیتے ہیں تو ایسے فریب خوردہ افراد جو ان غلط راستوں کا انتخاب کر لیتے ہیں، ان کے مقدر میں دائمی ناکامی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

3۔ علامہ فرماتے ہیں نااہل لوگ جو اپنے بزرگوں کی خانقاہوں، درگاہوں اور مزاروں کے گدی نشین ہیں، دراصل دھوکے باز ہیں۔ یہ پیشہ ور جو پیر اور مرشد بنے ہوئے ہیں، اپنے مذموم مقاصد کی خاطر مسلمانوں کو لوٹ رہے ہیں۔ یہ راہنما نہیں راہ زن ہیں۔ میں (علامہ) سادہ لوح مسلمانوں کو خبردار کر رہا ہوں کہ وہ خود کو اِن کے فریب سے بچائیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ نام نہاد پیر و مرشد مجھے اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ ان کو خدشہ ہے کہ میرے خبردار کرنے سے اِن کی دہلیز پر وہ پتھر ریزہ ریزہ ہو جائے گا جس پر اِن کے عقیدت مند ماتھا ٹیکتے ہیں۔ اِن کو فکر دامنِ گیر ہے کہ اِن کی جھوٹی پیری کا محل زمین بوس نہ ہو جائے۔

4۔ مادی ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ جانے والی غلامانہ ذہنیت کی حامل اقوام اپنی نااہلی کا یہ جواز گھڑتی ہیں کہ دنیا نہ سہی آسمان تو وسیع ہے۔ مطلب یہ کہ مادی تنزل کا افسوس نہیں، ہم روحانیت کے میدان میں ترقی کریں گے۔ روحانی ترقی سے کسے انکار ہو سکتا ہے مگر مادی ترقی کے معاملے میں غفلت کا مظاہرہ کرنا صحیح نہیں ہے۔ یہ خود کو دھوکہ دینے کی ذہنی اختراع ہے۔ عملی جدوجہد سے جی چرانے والے اسی طرح کی طفل تسلیاں دے کر اپنے تئیں مطمئن ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کائنات کی تمام نعمتیں اللہ نے انسان کے لیے تخلیق کی ہیں۔ شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے اِن سے فائدہ اُٹھانا ہی عقلمندی کا تقاضا ہے۔

5۔ عہدِ حاضر کے مسلمانوں کے اذہان میں تقدیر، قسمت، نصیب کا یہ تصور بیٹھ چکا ہے کہ جدوجہد کا کوئی فائدہ نہیں۔ وہی ہوگا جو مقدر میں لکھا جا چکا ہے۔ تقدیر کے عقیدہ کو صحیح نہ سمجھنے کی وجہ سے مسلمان بے عمل ہو گئے ہیں اور محنت اور جدوجہد کو ترک کر دیا ہے۔ حالانکہ کوشش اور عمل سے زندگی میں کامیابی کے زینے طے کیے جاتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے محنت اور عملِ پیہم سے لوگوں کی زندگیوں میں بھی اور اللہ کی دھرتی پر ایسا انقلاب برپا کیا جس کی نظیر ملنا ممکن نہیں۔ افسوس کہ مسلمان تقدیر کے عقیدے سے خدا کو تو فریب نہیں دے سکتے۔ خود کو دھوکے میں مبتلا کر چکے ہیں۔ ایک اور جگہ اقبال کہتے ہیں ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

6۔ اقبال نے یہ شعر خالص تغزل کے انداز میں لکھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب صیاد نے بلبل کو گرفتار کیا تو اس پر پھولوں نے صیاد سے کہا کہ تو نے اس کو ناحق اسیر کیا ہے۔ ایسے خوش گلو نغمہ خواں کا وجود ہم پر ہرگز بھاری نہ تھا۔ اگر مرادی معنی تلاش کیے جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ جب حکومت کسی خادمِ قوم کو سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کرتی ہے تو اُس پر قوم احتجاج کرتی ہے کہ حکومت نے یہ غلط اقدام کیا ہے۔ اِس خادم کا وجود امنِ عامہ کے لیے ہرگز نقص کا باعث نہ تھا۔ پھر اُس کو کیوں گرفتار کیا گیا ہے۔

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

امیر تنظیم اسلامی کی سرگودھا آمد اور خصوصی خطاب

29 اکتوبر کو امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید سرگودھا تشریف لائے۔ انہوں نے مسجد جامع القرآن میں ''توبہ کی پکار'' مہم کے سلسلہ میں خصوصی خطاب فرمایا۔ موضوع تھا: ''ہمارے قومی جرائم اور توبہ کے تقاضے''۔ قبل ازیں حافظ محمد عبد اللہ نے سورۃ الزمر کی آیات 53 تا 57 کی تلاوت کی اور امیر حلقہ ڈاکٹر رفیع الدین نے آیات کا ترجمہ بیان کیا۔ رفیق تنظیم طاہر بشیر نے کلامِ اقبال پیش کیا۔ امیر محترم نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ یوں تو ہمارے قومی جرائم کی فہرست بہت طویل ہے، مگر امارت اسلامی افغانستان پر مسلط کردہ امریکی جنگ میں ہم نے امریکہ کے فرنٹ لائن اتحادی بن کر نہ صرف ملک وقوم سے بلکہ اللہ کے دین سے بھی غداری کی ہے۔ یہ ہمارا بہت بڑا جرم ہے۔ اسی کی یہ سزا ہے کہ آج امریکہ ہم پر مسلط ہو چکا ہے۔ ہماری دنیا میں کوئی عزت و وقار نہیں ہے۔ جو ذلت اور مسکنت یہود پر مسلط کی گئی تھی، آج وہ ہمارا مقدر بن گئی ہے۔ امیر محترم نے کہا کہ اس ذلت اور پستی سے نکلنے کا واحد راستہ اللہ کے حضور سچی اجتماعی توبہ ہے، جس کا تقاضا ہے کہ قوم اسلام کے تعلق سے اپنی غلط روش پر نظر ثانی کرے اور ایک معتد بہ تعداد اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اُٹھ کھڑی ہو۔ اس پروگرام میں احباب کے علاوہ ممتاز مقامی علماء کرام نے بھی شرکت فرمائی۔ پروگرام کے اختتام پر امیر محترم نے شرکاء کے ساتھ کھانا کھایا۔ بعدازاں لاہور روانہ ہو گئے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہماری اس سعی و جہد کو قبول فرمائے۔ آمین (مرتب: رفیق تنظیم)

تنظیم اسلامی اسلام آباد شمالی و اسلام آباد شرقی کے زیر انتظام ہفتہ توبہ کی اجتماعی مہم

ہفتہ توبہ کے حوالے سے تنظیم اسلامی اسلام آباد شمالی و اسلام آباد شرقی نے اجتماعی طور پر مہم چلانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ دونوں مقامی امراء جناب عظمت ممتاز ثاقب اور جناب اعجاز احمد عباسی کے ساتھ ساتھ سینئر رفقاء کی مشاورت سے مختلف سرگرمیاں ترتیب دی گئیں، جن کا مختصراً تذکرہ درج ذیل ہے۔

23 اور 24 اکتوبر کو رفقاء نے اسلام آباد شہر کے مختلف سیکٹرز کی اہم سڑکوں، چوکوں اور مارکیٹوں میں بینرز اور سٹیمرز آویزاں کر دیئے۔ سوموار 25 اکتوبر سے باقاعدہ دعوتی سرگرمیوں کا آغاز ہوا جن میں اسلام آباد کی اہم مارکیٹوں اور مراکز کو ہدف بنایا گیا۔ ہر جگہ رفقاء دو گروپس میں تقسیم ہوئے۔ ایک گروپ نے دوکانداروں اور راہگیروں میں ہینڈ بلز تقسیم کیے، جبکہ دوسرے گروپ کے رفقاء ایک قطار میں بینرز اور سٹیمرز اُٹھا کے چلتے رہتے۔ ملتزم رفقاء شوکت عباسی اور اعجاز حسین نے میگا فون کے ذریعے توبہ کے حوالے سے گفتگو کی۔ 25 اکتوبر کو دونوں تناظیم کے رفقاء نے نماز مغرب جامع مسجد عبداللہ بن مسعود G-9 مرکز میں ادا کی۔ نماز کے بعد امراء کی زیر نگرانی ایک ٹیم نے ہینڈ بلز تقسیم کرنے شروع کیے، جبکہ باقی رفقاء نے ریلی کی صورت میں پوری مارکیٹ کا راؤنڈ لگایا، اور ساتھ ساتھ گفتگو بھی جاری رہی۔ آخر میں G-9 مرکز کی پارکنگ میں جناب ریاض حسین کی تقریر و دعا پر اس ریلی کا اختتام ہوا۔ اس موقع پر 35 رفقاء موجود تھے۔ 26 اکتوبر کو تمام رفقاء نے نماز مغرب G-11 مرکز کی مرکزی مسجد میں ادا کی۔ بعدازاں ایک قطار میں بینرز اور سٹیمرز اٹھا کر پوری مارکیٹ کا چکر لگایا۔ اس دوران میگا فون پر تاجروں کو مخاطب کر کے گفتگو کی گئی۔ ہینڈ بلز والی ٹیم نے پوری مارکیٹ میں ہینڈ بلز تقسیم کیے۔ آخر میں ایک پلازہ کے سامنے اعجاز حسین نے اختتامی تقریر کی اور ریاض حسین نے دعا کروائی۔ اس موقع پر رفقاء کی تعداد 35 رہی۔ 27 اکتوبر کو رفقاء نے نماز مغرب مکی مسجد پشاور موڑ G-9/4 میں ادا کی۔ بعدازاں ایک ریلی کی صورت میں مارکیٹ کا چکر لگایا۔ آخر میں مارکیٹ کے سامنے ریاض حسین نے انفرادی و اجتماعی توبہ کے موضوع پر پُر مغز تقریر کی۔ اس پروگرام میں 30 کے قریب رفقاء و احباب شریک رہے۔ 28 اکتوبر کو رفقاء نے نماز مغرب مرکزی مسجد G-10 میں ادا کی۔ نماز کے بعد رفقاء و احباب نے ایک قطار میں مارکیٹ کا چکر لگایا۔ ساتھ ساتھ شوکت عباسی نے میگا فون پر گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا۔ ہینڈ بلز تقسیم کرنے والی ٹیم بھی اپنی ذمہ داری ادا کرتی رہی۔ اختتامی تقریر اعجاز حسین نے کی۔ اس موقع پر کم و بیش 40 رفقاء شریک تھے۔ 29 اکتوبر کو دونوں تناظیم کے رفقاء نے مسجد الشہداء آبپارہ میں نماز مغرب کے بعد پوری مارکیٹ چکر لگایا۔ ساتھ ساتھ اعجاز حسین اور شوکت عباسی کی گفتگو بھی جاری رہی۔ آخر میں آبپارہ کے مرکزی چوک میں ریاض حسین نے انفرادی و اجتماعی توبہ کے حوالے سے تقریر کی۔ 30 اکتوبر کو F-10 اور F-11 دو مراکز کو ہدف بنایا گیا۔ تمام رفقاء نے نماز عصر F-11 مرکز کی جامع مسجد میں ادا کی اور بعدازاں ریلی نکالی۔ پھر دیوان عمر فاروق مسجد F-10 پہنچے۔ جہاں نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد مارکیٹ کا چکر لگایا۔ آخر میں تمام رفقاء کو ایک جگہ اکٹھا کر کے کچھ فاصلے پر کھڑا کر دیا گیا۔ اس موقع پر اعجاز حسین نے نہایت جامع تقریر کی۔ ان دونوں مراکز میں ریلی کے دوران میگا فون استعمال نہیں کیا گیا۔ اس موقع پر بہت بڑی تعداد میں ہینڈ بلز تقسیم کیے گئے۔ یہاں پر رفقاء کی تعداد 30 رہی۔ 31 اکتوبر کو رفقاء نے عصر کی نماز F-7 میں جناح سپر مارکیٹ میں ادا کی اور پوری مارکیٹ کا راؤنڈ لگایا۔ نمازِ مغرب سے پہلے پہلے تمام رفقاء F-6 مرکز یعنی کہسار مارکیٹ پہنچ گئے اور مغرب کی نماز سے پہلے ہی وہاں کی جامع مسجد کے سامنے بینرز اور سٹیمرز اٹھائے کھڑے ہو گئے۔ مغرب کی نماز کے بعد ایک قطار کی صورت میں پوری مارکیٹ کا چکر لگایا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہینڈ بلز بھی تقسیم کیے جاتے رہے۔ آخر میں مارکیٹ کی مصروف ترین جگہ پر ریاض حسین نے لوگوں سے خطاب کیا۔

ان دعوتی سرگرمیوں میں کئی مثبت مشاہدات بھی سامنے آئے اور لوگوں کی اکثریت نے تنظیم اسلامی کی اس کاوش کی دل کھول کر داد دی۔ اللہ تعالیٰ رفقاء کی ان کوششوں کو قبول فرمائے۔ (آمین) (مرتب: اویس ریاض)

حلقہ کراچی شمالی میں ''توبہ کی پکار'' مہم

تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی کے رفقاء نے ''توبہ کی پکار'' مہم میں بھرپور شرکت کی اور اس مہم میں اپنے جان و مال کا انفاق کیا۔ ایک احساس فرض تھا کہ موجودہ ملکی و ملی حالات میں ہم جو کچھ کر سکتے ہیں وہ یہی ہے کہ ابنائے وطن کو ان کے تمام مسائل کی اصل وجہ بتائی جائے اور پھر قرآن و سنت کی روشنی میں اِن کا واحد حل ان کے سامنے رکھا جائے، تاکہ اولاً ایک احساس زیاں بیدار ہو اور پھر قوم اللہ کے حضور انفرادی و اجتماعی توبہ کی طرف مائل ہو۔ یہی وہ احساس فرض تھا جس کے تحت مرکز تنظیم اسلامی نے ہفت روزہ مہم بعنوان ''توبہ کی پکار'' چلانے کا فیصلہ کیا۔ حلقہ کی سطح پر اس مہم کا آغاز رفقاء تنظیم کے ایک اجتماع عام سے کیا گیا، جس سے حلقہ کے ناظم دعوت جناب عامر خان نے خطاب کیا۔ انہوں نے عالمی و ملکی حالات کا تجزیہ پیش کیا۔ ناظم حلقہ جناب شجاع الدین شیخ نے اپنے خطاب میں کہا کہ موجودہ حالات میں کرنے کا اصل کام نہی عن المنکر باللسان ہے، جس کی ادائیگی کے لیے مرکز نے ہفت روزہ مہم چلانے کا فیصلہ کیا ہے۔ انہوں نے شرکاء کے سامنے توبہ کے تقاضے رکھے اور اس کی اُخروی و دنیاوی برکات کو احسن انداز میں بیان کیا۔ آخر میں امیر حلقہ سید اظہر ریاض نے اس مہم کا خاکہ تفصیلاً رفقاء کے سامنے بیان کیا۔

توبہ مہم کی سرگرمیوں میں ترتیب یہ رکھی گئی تھی کہ کچھ پروگرام اُسرہ کی سطح پر ہوں، کچھ مقامی تنظیم کی سطح پر اور کچھ حلقہ کے زیر اہتمام ہوں۔ چنانچہ اسرہ کی سطح پر رفقاء نے حلقہ جاتِ قرآنی، کارنر میٹنگز اور دیگر دعوتی مواد کی تقسیم کا اہتمام کیا۔ دوسرے مرحلے میں ہر مقامی تنظیم میں ایک بڑے دعوتی پروگرام کا اہتمام کیا گیا، جس کے ساتھ ساتھ مقامی تنظیم کی سطح پر

مظاہروں اور کارنر میٹنگ اور دیگر آگاہی پروگراموں کا انعقاد بھی کیا گیا۔ اِس دوران حلقہ سے فراہم کردہ تشہیری اور دعوتی مواد کا بھرپور انداز میں استعمال کیا گیا۔ تیسرے مرحلے میں حلقہ کراچی شمالی کی سطح پر مرکزی جلسۂ عام کا انعقاد کیا گیا۔ واضح رہے کہ حلقہ کراچی شمالی میں 10 مقامی تناظیم ہیں اور اس کے تحت 63 اسرہ جات قائم ہیں۔ اس مہم کے لیے مشاورت کی غرض سے حلقہ کی سطح پر دو اجلاس منعقد کیے گئے جن میں اس مہم کی بابت تفصیلاً مشاورت کا عمل جاری رہا۔ بایں ہمہ تناظیم اور اسروں کی سطح پر بھی مستقل مشورہ سے کام کو آگے بڑھایا گیا۔ مہم کے دوران چونکہ بڑے پیمانے پر عوام الناس تک اپنا پیغام پہنچانا مقصود تھا، اس لیے مساجد کے باہر اور مصروف مقامات پر عوامی کارنر میٹنگز کا اہتمام بھی کیا گیا، جو بحمد اللہ بہت مفید رہا۔ نئے مقررین نے بھی اعتماد کے ساتھ توبہ کی پکار میں حصہ لیا۔ توبہ کی پکار مہم کو کامیاب بنانے کے لیے امیر محترم کا خط نمایاں افراد تک پہنچایا گیا۔ 650 بینرز اور 5000 پول کارڈز لگائے گئے۔ ایک لاکھ سے زائد کی تعداد میں سرورق لوگوں میں تقسیم کیا گیا۔ اسرہ جات، تناظیم اور حلقہ کی سطح پر جو پروگرام ہوئے اُن کی تفصیل درج ذیل ہے۔ اسرہ کی سطح پر 125 کارنر میٹنگز ہوئیں، جن میں رفقاء واحباب کی اوسط حاضری 23 رہی۔ حلقہ جات قرآنی کے تحت 55 پروگرام ہوئے، جن میں حاضری کی اوسط 17 رہی۔ مقامی تناظیم کی سطح پر 8 بڑے دعوتی اجتماعات ہوئے، جن میں اوسطاً 1250 افراد شرکت کرتے رہے۔ 9 مظاہروں کا بھی انعقاد کیا گیا۔ ان میں بھی حاضری کی یہی اوسط رہی۔

مہم کے اختتام پر یعنی 3 نومبر 2010ء کو بعد نماز عشاء حلقہ کی سطح پر شہر کراچی کے وسط میں واقع وسیع وعریض پی آئی اے گارڈنز میں ''اجتماعی توبہ'' کے عنوان سے جلسۂ عام کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس جلسہ کا اعلان دوران ہفتہ شہر کے مختلف مقامات پر ہونے والے دعوتی پروگراموں میں بھی کیا گیا تھا اور دیگر دعوتی مواد سے بھی استفادہ کرتے ہوئے اس کی بھرپور تشہیر کا اہتمام کیا گیا۔ امیر حلقہ نے جناب محبوب موسیٰ (ناظم بیت المال حلقہ کراچی شمالی) کو جلسہ کا ناظم مقرر کیا تھا، جنہوں نے معاونین کے ساتھ مل کر باحسن طریق جلسہ کے انتظامات کیے۔ جلسہ گاہ کا اندرونی حصہ حسن ترتیب میں اپنی مثال آپ تھا، جسے مختلف نعروں پر مبنی بینرز اور پلے کارڈز سے سجایا گیا تھا۔ انتظامات میں مقامی تناظیم نے بھرپور حصہ لیا۔ جلسہ سے امیر حلقہ کراچی جنوبی انجینئر نوید احمد اور ناظم حلقہ کراچی شمالی شجاع الدین شیخ نے پُرمغز خطابات فرمائے۔ جناب نوید احمد نے حالات حاضری پر انتہائی وقیع تجزیہ پیش کیا، ساتھ ساتھ مسلمانانِ پاکستان کے اجتماعی جرائم کی ایک فہرست پیش کی جو واقعۃً آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی تھی۔ جناب شجاع الدین شیخ نے اپنے خطاب میں قوم پر مسلط مختلف قسم کے مصائب کا تذکرہ کیا اور قرآن وسنت کی روشنی میں ان سے نجات کے واحد راستہ یعنی انفرادی واجتماعی توبہ کے نقوش واضح کیے۔ اس جلسے میں تقریباً 2000 مرد وخواتین نے شرکت کی۔

''توبہ کی پکار'' تنظیم اسلامی کی جانب سے ایک بروقت اقدام تھا، جسے باشعور افراد نے وقت کی پکار سمجھا۔ اس مہم کی افادیت کے کئی پہلو ہیں مثلاً اس طرح کی سرگرمیوں سے رفقاء میں تحریک پیدا ہوئی ہے، انہیں اپنے معمول اور ماحول سے نکل کر اپنے جذبات اور محسوسات کے صحیح رخ پر اظہار کا موقع میسر آیا۔ عوام الناس میں تنظیم اسلامی کے مستقل پیغام کو عام کرنے اور اس کے تعارف کو وسیع سے وسیع تر حلقوں تک پہنچانے میں مدد ملی۔

(رپورٹ: عمر بن عبدالعزیز)

بھمبر میں خواتین کے لیے درس قرآن کی خصوصی نشست

7 نومبر دن ساڑھے گیارہ بجے بھمبر میں رفیق تنظیم اسلامی سجاد صدیق کی رہائش گاہ پر خواتین کے لیے درس قرآن کا انعقاد کیا گیا۔ اس طرح کے تین پروگرام پہلے بھی اسی مقام پر ہو چکے تھے۔ درس قرآن کے لیے جہلم سے جامع اثریہ للبنات کی پرنسپل نعیمہ صاحبہ تشریف لائیں۔ شریک درس خواتین میں سے زیادہ تر پڑھی لکھی اور مقامی تھیں، تاہم گرد ونواح کی بستیوں سے بھی خواتین نے پروگرام میں شرکت کی۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز جماعت دہم کی طالبہ گلشن قمر کی تلاوتِ قرآن پاک سے ہوا۔ بعدازاں مومنہ عمران نے حمد باری تعالیٰ پیش کی اور آرزو شاہد، عائشہ رؤف اور رضوانہ کرن نے ہدیہ نعت پیش کیا۔ اس کے بعد رفیقہ تنظیم اسلامی محترمہ اکسیرہ خانم نے جو میزبانی کر رہی تھیں ''قرآن سے تعلق کیسے استوار کیا جائے'' کے موضوع پر مختصراً بیان کیا۔ مہمانِ خصوصی محترمہ نعیمہ صاحبہ نے سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیات کا درس دیا۔ انہوں نے واضح کیا کہ اِن آیات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تین گروہوں کا تذکرہ فرمایا ہے: مومنین، کافرین اور منافقین۔ مومنین کی پانچ خوبیوں کا ذکر کیا گیا ہے، غیب پر ایمان لانا، سنتِ نبوی کے مطابق نماز قائم کرنا، اللہ کے دیئے ہوئے مال سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرنا، قرآن پاک جو آپؐ پر اُتارا گیا اور سابقہ کتب سماویہ پر ایمان لانا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہی لوگوں کو راہ ہدایت پر چلنے والے اور انہی کو کامیاب قرار دیا گیا ہے۔ دوسرا گروہ کفار کا ہے۔ ان کا کفر انتہا تک پہنچا ہوا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی شدید خواہش تھی کہ سب لوگ مسلمان ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایمان کی دولت اِن کے نصیب میں نہیں ہے، بلکہ اِن لوگوں کے دلوں پر میں نے مہر لگا دی ہے۔ مسلسل کفر کی وجہ سے اب اِن کے دل قبولِ حق کی صلاحیت کھو چکے ہیں۔ ان کے کان حق بات سننے پر آمادہ ہیں اور نہ ہی آنکھیں کائنات میں پھیلی رب کی نشانیاں دیکھنے کے قابل ہیں۔ اگر ان کے نصیب میں ایمان ہوتا تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیتوں کو استعمال کر کے رب تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتے۔

تیسرے گروہ (منافقین) کے بارے میں محترمہ نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل نورِ ایمان سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ وہ صرف ایمان والوں کو دھوکہ دینے کے لیے زبان سے ایمان کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ منافقین آستین کے سانپ تھے۔ اُن کے اس فریب کا سارا نقصان خود انہی کو پہنچا، کیونکہ منافقت کی وجہ سے اُنہوں نے اپنی عاقبت خراب کر لی اور اُن کو دنیا کی رسوائی بھی ملی۔ محترمہ نے کہا کہ منافق کا ہر عمل محض دکھاوے کے لیے ہوتا ہے اور صداقتِ ایمان سے خالی ہوتا ہے۔ منافقین اپنے فسق وفجور کی وجہ سے میدانِ حشر میں بھی بھٹک رہے ہوں گے، جس طرح کہ وہ دنیا میں بھٹکتے رہے۔ دورانِ درس محترمہ نے خواتین کو پابندیٔ نماز کی خصوصی تلقین کی۔ مسنون دعا کے ساتھ اس محفل کا اختتام ہوا۔ پروگرام میں تقریباً سو سے زائد خواتین نے شرکت کی۔ شریک خواتین نے درس کو بہت پسند کیا۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ ہماری اس ادنیٰ سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اِسے ہمارے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

(سنہرے موتی)

☆ جس دل میں قوت برداشت ہو وہ کبھی شکست نہیں کھاتا۔
☆ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری عزت ہو تو پہلے دوسروں کی عزت کرنا سیکھو۔
☆ خزاں کے پتوں کو کبھی حقیر مت سمجھو کیونکہ ان ہی پتوں میں کسی کا راز پنہاں ہے۔
☆ زندگی کی سب سے بڑی فتح نفس پر فتح پانا ہے۔
☆ کانٹوں سے بھری ٹہنی کو ایک پھول پرکشش بنا دیتا ہے۔
☆ جب تو کسی پر احسان کرے تو اس کو مخفی رکھ اور جب تیرے ساتھ کوئی احسان کرے تو اس کو ظاہر کر۔
☆ وقت، ہوا اور دولت ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔
☆ انسان کردار سے بنتا ہے لیکن کردار بھی انسان خود ہی بناتا ہے۔
☆ اپنی نیکیوں کے لیے پوشیدہ جگہ بناؤ جیسے برائیوں کے لیے بناتے ہو۔

(علی نعمان، شورکوٹ)

who are the prophetic community of the latter-day world, this is a dereliction of the highest order and communal cowardice.

Nowhere is what I have been talking about clearer than with the current environmental tragedy that is now literally threatening the entire planet and everyone and everything on it with annihilation. Could the stakes be higher?

Yet, when it comes to the environment, Muslims are not merely voiceless; they are in a fetal posture of waiting to receive instructions from others --- and the very same peoples whose cultural conceptions got us into this mess in the first place. How foolish is that!

Islam has everything to say and to give to the world when it comes to rescuing humanity from its current collective suicide, and rescuing the planet from humanity. This is because it knows that at its core the crisis of the environment is the spiritual crisis of man.

And, above all, Islam has the conceptual language and sources to reorient and re-inspire man to his humble yet gallant role as steward of the earth, *khalifah*. Islam understands that these concepts of preservation, conservation, protection, cooperation, abstention, moderation are not free-floating ideas, but Heavenly perspectives held together by two things: The divine decree of a single, solitary Master, Allah; and the human realization that He shall interrogate His servants, us, on that looming Last Day about the blessings --- the furnished habitation, and the food, water, and air --- He has bestowed to us, for both our enjoyment and our care.

Why not gift this, this perspective, this inheritance of ours, to the world, now, in its hour of need? Us. We Muslims. Forget about the power and the glory. Focus on conveying this panacea for humanity and its habitation to everyone.

We surely can do it, with the permission of Allah --- but never before we have ourselves come to fathom our Deen *by* and *on* its own terms. Within lies the answer!

قرآن کا پیغام — خلافت کا قیام

تنظیم اسلامی کی پیش کش

امیر تنظیم اسلامی حافظ **عاکف سعید** صاحب

یا دیگر مرکزی ذمہ داران تنظیم **کا**

مرکزی خطابِ جمعہ

جو بالعموم تذکیر بالقرآن' حالات حاضرہ پر تبصرے اور آئندہ کے لائحہ عمل پر مشتمل ہوتا ہے

اب آپ ہر ہفتے اپنی جگہ پر سُن سکتے ہیں

جن شہروں میں کوریئر سروس موجود ہے وہاں بذریعہ کوریئر' بصورت دیگر ڈاک کے ذریعے اس خطاب کا کیسٹ اگلے ہی دن یعنی ہفتے کے روز آپ کے پتے پر ارسال کر دیا جائے گا۔(ان شاء اللہ)

ممبر بنیں اور استفادہ کریں

سالانہ ممبر شپ فیس۔1000 روپے ﴿TDK کیسٹ﴾

مرکز تنظیم اسلامی میں نقد' منی آرڈر یا پھر ڈرافٹ کے ذریعے رقم جمع کروائیں اور رسید حاصل کریں

نوٹ: یہی خطاب جمعہ بذریعہ Internet ہماری ویب سائٹ www.tanzeem.org سے براہ راست یا Download کر کے بھی سنا جاسکتا ہے۔

تنظیم اسلامی

67/A علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور

مزید معلومات کے لئے درج ذیل نمبرز پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

فون نمبرز 6316638/6366638 فیکس:6271241

Email:markaz@tanzeem.org

websit:www.tanzeem.org

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی' تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس

(2) عربی گرامر کورس (I'II'III)

(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز

قرآن اکیڈمی' 36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 3-35869501

E-mail: distancelearning@tanzeem.org

Hassen A. Hassen Laidi

ISLAM ON ITS OWN TERMS

We Muslims have been longing for a "return" to the good life for centuries now. And understandably so!

That's why it is not only regrettable, but oh so sorrowful, that we are totally mired in trying to understand what we as a people believe through the ideas and histories of others.

There are many reasons for this. But the most important is the widening gap separating us --- not from knowing Islam's basic beliefs and rituals, but --- from seeking to understand them and Islam's major concepts on their own terms.

Not to wax political, but the easiest example of this is the question ever in the backdrop of the public discourse on Muslims. Why do Muslims not have freedom and democracy?

But think about these two concepts for a moment, and conceptually they are filled with problems. Democracy started in Athens, enfranchised the rich, and totally divested the poor, the slave, and the foreigner of rights. One need only look around today to see there is still nothing close to a standard for its application in the cultures that celebrate it.

The same can be said of freedom, an even vaguer notion. Are women who must uncover their faces to access the public square in order to appease cultural insecurities free?

Islam certainly upholds the concepts of participation and personal and public choice in *shoora* and other principles. In fact, its notion of participation in public life and policymaking is significantly broader and its freedoms far more sweeping and protected. But the crucial issue is what concepts are given priority.

Islam's prime social value --- under which these two common concepts and all others are subsumed --- is justice (*adl*), and excelling in good-doing (*ihsan*), or personal social responsibility borne of religious conviction. Allah ﷻ says:

> "Indeed, Allah commands the execution of justice among you and the doing of good to others…." [16:90]

Hence, in Islam because of its emphasis and elevation of prescribed justice, as opposed to undefined notions of democracy and freedom, even if there were slaves, as in Athens, or if someone's freedom was lost, as with a prisoner, there nonetheless could be no loss of justice. This has the virtue of preserving both participation and freedom because Allah has enshrined justice over these other concepts. You could not, for instance, in Islam deprive the slave or felon from voting, or the prisoner of war from sharing in your own food or clothing, even if you were yourself hungry and ill-clad.

The point is you cannot understand this if you are taking your conceptual framework --- even for your own religion --- from people fixated on certain ideas that have been developed in their societies and cultures as a reaction to their very distinctive histories. The result of this mixing can only be confusion. And values confusion, indeed, is what we Muslims are currently much about, in my humble observation.

We must learn and fathom the concepts of Islam on their own terms. In other words, as the Qur`an has defined them, as the Holy Prophet ﷺ has exemplified them, and as our scholars for the last 14 centuries have preserved, related, explicated, and translated them for our benefit.

This is not to say we should ignore and cannot learn from others. But wholesale importation of un-indigenized concepts and, especially, uncritically accepted frameworks from the historically shaped outlooks of others --- that is disastrous. In fact, when it comes to Muslims,